قرآن کریم اور سُنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بیّنات

جلد: ۸۸ شمارہ: ۱۲

ذوالحجہ: ۱۴۴۶ھ - جون: ۲۰۲۵ء

قیمت فی شمارہ: ۷۰ روپے، زرِ سالانہ: ۸۰۰ روپے

مُدیر/مُدیرمسئول

مولانا سیّد سُلیمان یوسُف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سیّد احمد یوسُف بنوری

مُدیرمُعاون

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 50 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 92-21-34919531 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناءاللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

پاک بھارت جنگ کے فوائد ونتائج!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات ومضامین

مکاتیب حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوریؒ بنام حضرت بنوریؒ	۱۰	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی چند نصیحتیں	۱۴	انتخاب: مولانا محمد راشد شفیع
تعلیم وتربیت... چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس	۱۷	حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزیؒ
تعلیم وتربیت کورس کے اثرات وثمرات!	۱۸	مولانا محمد عاصم زکیؒ
سفرِ انسانی کے مراحل (درسِ سورۂ فاتحہ)	۲۱	خطاب: حضرت مفتی رضاء الحق صاحب
بغیر رہنمائی کے مطالعہ کے نقصانات!	۲۶	مفتی صدیق احمد جوگواڑنوساری
مفہومِ قرآن اور مصنوعی ذہانت	۳۱	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
سحر خیزی کی برکات اور فضیلتِ نمازِ فجر	۴۳	مولانا ڈاکٹر امجد حسین
عربی زبان وادب کے اصولِ تدریس وضوابط (قسط:۵)	۴۷	مولانا ارشاد احمد سالارزئی

یادِ رفتگان

حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ	۵۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قابلِ قدر خدمات	۵۶	مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی

دار الافتاء

عذر کی بنا پر صرف عاشورا کا روزہ رکھنا	۶۲	ادارہ
محرم کے مہینے میں نیازِ حسینؓ یا بطور ہدیہ حلیم وغیرہ کا کھانا	۶۴	

پاک بھارت جنگ کے فوائد ونتائج!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

انگریزوں کو برِصغیر سے نکالنے کے بعد پاک بھارت دونوں نے ایک ساتھ آزادی کا اعلان کیا، اور پھر دو ماہ کے اندر ہی بھارت نے اکتوبر ۱۹۴۷ کو انگریزوں کی شہہ پر کشمیر میں اپنی فوجیں گھسا دیں، گویا انگریز جاتے جاتے سازش کر کے پاکستان اور بھارت کو کشمیر میں اُلجھا گیا۔ اس پر پاک بھارت کئی جنگیں ہوچکی ہیں، پہلی جنگ ۱۹۴۷ء میں جب مجاہدینِ آزادی جیت رہے تھے، مظفرآباد اور میرپور کا علاقہ قبضہ میں لے لیا جو آج آزاد کشمیر کہلاتا ہے، تو اس وقت نہرو گاندھی سیز فائر کے لیے اقوامِ متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں پہنچے اور سیز فائر کرالیا۔

اقوامِ متحدہ نے اس وقت کہا کہ پورا خطۂ کشمیر متنازع علاقہ ہے، اس پر وہاں کے لوگوں کی رائے شماری سے فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کے لیے اقوامِ متحدہ میں پندرہ سے زائد قراردادیں پاس کی جا چکی ہیں، لیکن تاحال ان قرادادوں پر عمل درآمد نہیں ہوسکا۔

بھارت کی تاریخ اگرچہ ہمیشہ سے ریاستی سازشوں اور خودساختہ حملوں سے بھری پڑی ہے، لیکن وہاں کے موجودہ وزیراعظم نریندر مودی کے دور میں تو ان سازشوں اور خودساختہ حملوں کی انتہا ہوچکی ہے، اس لیے کہ اس نے وزیراعلیٰ ہوتے ہوئے گجرات کے مسلمانوں کا خون بہایا، اور اس کے بعد سے آج تک

بھارتی مسلمانوں کو آرام اور سکون سے کہیں بھی نہیں رہنے دیا، جس کے درد اور تکلیف سے بھارت کے عوام چاہے ہندو ہوں یا مسلمان، سب مضطرب اور پریشان ہیں، خصوصاً جب بھی بھارت کے کسی صوبے میں الیکشن قریب ہوں تو ان کے دور میں الیکشن سے پہلے کوئی نہ کوئی دہشت گردی کا واقعہ ضرور ہو جاتا ہے، جس سے بھارتی عوام یقین کی حد تک جان گئے ہیں کہ یہ بھارت اور مودی سرکار کا ہی سب کیا دھرا ہوتا ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

حال ہی میں چونکہ صوبہ بہار کے الیکشن قریب ہیں تو ۲۲ / اپریل ۲۰۲۵ء کو مقبوضہ کشمیر کے علاقہ پہلگام میں دہشت گردی کا واقعہ کرایا جاتا ہے، جس میں ۲۶ / افراد مارے جاتے ہیں۔ بھارت اس کا الزام پاکستان کے سر تھوپ دیتا ہے، حالانکہ پاکستان پر حملے سے صرف تین روز پہلے بھارتی وزیرِ خارجہ کے ترجمان نے ایک پریس کانفرنس میں خود تسلیم کیا تھا کہ پہلگام حملے کی تحقیقات ابھی جاری ہیں اور کسی غیر ملکی عنصر کے ملوث ہونے کے ثبوت موجود نہیں۔ یہ اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ فوجی کارروائی قبل از وقت، بے بنیاد اور بین الاقوامی قانون کے سراسر خلاف ہے۔ اس ڈرامہ کا خود ساختہ ہونا اس سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہاں چپے چپے پر فوج کی چوکیاں موجود ہیں، لیکن اس واقعہ سے پہلے ان چوکیوں سے فوج کو ہٹا دیا جاتا ہے، اس واقعہ کے دس منٹ کے اندر اندر ایف-آئی-آر پاکستان کے خلاف کٹ جاتی ہے، جب کہ تھانہ جہاں یہ ایف-آئی-آر کاٹی گئی، وہ اس جگہ سے تقریباً ۴۵ منٹ دوری پر ہے۔ ان تمام شواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ واقعہ اور ڈرامہ خود نریندر مودی کی سرکار کا تخلیق کردہ ہے، اسی لیے تو بھارت نے پہلگام ڈرامے کے ساتھ ہی پاکستان کے خلاف جنگ کا ماحول گرما دیا تھا اور مودی سرکار نے پاکستان کی سلامتی پر اوچھا وار کرنے کے ایجنڈے کے مطابق جنگی جنونی اقدامات اُٹھانے کے فیصلے شروع کر دیے تھے۔

پاکستان نے پہلگام ڈرامے کا جھوٹا ہونا ثبوتوں کے ساتھ پوری دنیا کے سامنے بے نقاب کیا۔ پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادتوں نے بھارت سرکار کو دوٹوک الفاظ میں باور کرایا کہ اس کی شر انگیزیوں کے باوجود پاکستان علاقائی اور عالمی امن کی خاطر جنگ میں پہل نہیں کرے گا، مگر اس کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے گا، لیکن بھارت نے آپریشن سندور کی شکل میں براہِ راست پاکستان پر حملہ کر دیا۔ یہ عمل بین الاقوامی قوانین، اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور جنگی ضابطوں کی کھلی خلاف ورزی تھا۔ پاکستان نے عالمی برادری کو موقع دیا کہ وہ بھارت کی اس اشتعال انگیزی کا نوٹس لے اور بھارت کو کٹہرے میں لائے، لیکن افسوس کہ اقوامِ متحدہ، امریکا اور دیگر ذمہ دار ممالک اور اداروں نے حسبِ روایت پاکستان جیسے ایک اسلامی ملک کی سلامتی کے بارہ میں ایک بار پھر مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔

پاکستان نے بھارت کے ساتھ ساتھ اقوامِ متحدہ کو پیش کش کی کہ پاکستان غیر جانب دارانہ تحقیق کرانے پر راضی ہے، لیکن بھارت پر جنگی جنون سوار تھا، اس نے ۶ اور ۷ رمئی کی درمیانی رات پاکستان کے پانچ مقامات: بہاولپور، مریدکے، مظفرآباد، کوٹلی اور سیالکوٹ میں سویلین آبادی پر میزائل داغے، جس کے نتیجے میں ۳۱ رمعصوم شہری شہید، پانچ مسجدیں اور سول عمارتیں تباہ ہوگئیں۔ پاکستان نے اپنے دفاع میں اسی رات بھارت کے چھ جہاز مار گرائے، جن میں فرانس کے تیار کردہ تین رافیل جہاز بھی شامل ہیں، جس پر بھارت کو بڑا گھمنڈ اور ناز تھا۔ اس کے علاوہ ۲۴ رگھنٹوں میں سو سے زائد ڈرون طیارے بھارت نے پاکستانی حدود میں بھیجے، جن میں سے اسّی (۸۰) کے قریب پاکستان کے حاضر باش فوجی جوانوں نے ہدف پر پہنچنے سے پہلے مار گرائے۔

پاکستانی حکومت اور فوج نے تین دن بڑے تحمل، برداشت اور بُردباری سے بھارت، اقوامِ متحدہ اور دوسرے ممالک سے ذمہ دارانہ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جنگ میں پہل بھارت نے کی ہے، ہماری مساجد، قرآن کریم، اور بے گناہ سول شہریوں کو اس نے نشانہ بنایا ہے، اور پاکستان بین الاقوامی قانون کے تحت اس کا جواب دینے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ اس سے اگلی رات پھر بھارت نے کئی میزائل داغے، جن میں سے ایک نور بیس راولپنڈی میں گرا۔ وزیر اعظم شہباز شریف کے بقول آرمی چیف جناب حافظ سید عاصم منیر نے صبح کے وقت مجھے فون کیا اور کہا کہ بھارت نے نور بیس پر میزائل سے حملہ کیا ہے، آپ ہمیں جواب دینے کی اجازت دیں، میں نے اجازت دی اور پاک فوج نے آپریشن ''بنیانٌ مرصوصٌ'' کے نام سے بھارت کے ان تمام ٹھکانوں کو چُن چُن کر نشانہ بنایا، جہاں جہاں سے پاکستان پر حملہ کیا گیا۔ واضح رہے کہ پاکستان نے آپریشن ''بنیانٌ مرصوصٌ'' کا آغاز کرتے ہوئے بھارتی جارحیت پر جوابی کارروائی کی۔ پہلے حملے میں متعدد اہداف کو نشانہ بناتے ہوئے ادھم پور ایئرپورٹ، پٹھان کوٹ، سرسہ، سورت گڑھ، برنالہ، بھٹنڈا اور سسرام ایئر فیلڈز، براہموس سٹوریج سائٹ، بھارتی بریگیڈ ہیڈکوارٹر کے جی ٹاپ اور اُڑی میں سپلائی ڈپو سمیت ۱۲ راہداف کو تباہ کردیا گیا، جبکہ بھارتی وزارتِ دفاع نے ۲۶ رمقامات پر حملے کا دعویٰ کیا ہے، جن میں بیاس کے علاقے میں براہموس میزائل کا ڈپو بھی شامل ہے۔ ایئر بیس، ادھم پور اور پٹھان کوٹ میں ایئر فیلڈ کو بھی تباہ کردیا گیا، ادھم پور ایئر بیس کو تین میزائلوں سے نشانہ بنایا گیا۔ ادھم پور ایئر فیلڈ سے پاکستان، امرتسر اور افغانستان پر میزائل داغے گئے تھے، بھارتی آرٹلری گن پوزیشن دہرنگیاری کو تباہ کردیا گیا۔ بھٹنڈا سے پاکستان پر حملہ کرنے والے بھٹنڈا ایئر فیلڈ کو بھی تباہ کردیا گیا ہے۔ دوسری جانب سائبر اٹیک کے ذریعے بھارت کے ۷۰ فیصد بجلی کے گرڈز کو ناکارہ کردیا گیا، جس کے باعث ہندوستان پر اندھیرا چھا گیا۔

جنگ شروع ہوتے ہی یا تو یہ حالت تھی کہ امریکہ سمیت برطانیہ اور دوسرے مغربی ممالک نہ صرف یہ کہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے تھے، بلکہ بھارت کو ہلہ شیری بھی دے رہے تھے کہ وہ کارروائی جاری رکھے اور ہم نہ صرف یہ کہ رکاوٹ نہیں بنیں گے، بلکہ پاکستان کو دباؤ میں لانے میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جب پاک فوج نے جوابی کارروائی شروع کی تو چند گھنٹوں میں سیز فائر کی آوازیں آنے لگیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق بھارت نے سیز فائر کے لیے امریکا، برطانیہ، سعودی عرب، حتیٰ کہ چین تک سے رابطہ کیا۔ پاکستان کی صرف دو شرطیں تھیں: مسئلہ کشمیر کا تصفیہ اور سندھ طاس معاہدہ پر عمل درآمد۔ امریکا نے پاکستان کو بتایا کہ بھارت ان شرائط پر آمادہ ہے، اور ساتھ ساتھ امریکا دونوں ممالک سے وسیع پیمانے پر تجارت کے لیے بھی تیار ہے، جس پر امریکی صدر نے بار بار کہا کہ میں نے تجارت کو جنگ بندی کے لیے استعمال کیا۔

بھارت نے تو پاکستان کی جوابی کارروائی شروع ہوتے ہی کہہ دیا تھا کہ پاکستان اگر جنگ بندی پر آمادہ ہو جائے تو ہم بھی اس کے لیے تیار ہیں، لیکن پاکستان نے ان پر اعتماد نہیں کیا تھا اور اس کو بھی ایک جنگی چال کے طور پر لے رہا تھا، لیکن سعودی عرب، ترکی، آذربائیجان، امریکہ اور برطانیہ کی یقین دہانیوں پر یقین کیا اور سیز فائر کے لیے آمادہ ہوا۔

اس پاک بھارت جنگ میں دونوں ممالک نے کیا کھویا، کیا پایا؟ سرسری طور پر جو نتائج عوامی سطح پر نمودار ہوئے، وہ درج ذیل ہیں:

❶: اس جنگ سے پہلے بھارت اپنے طور پر بھی اور بین الاقوامی رجحان کے مطابق بھی ایشیا میں طاقتور ملک تصور کیا جاتا تھا، اس لیے کہ وہ ایک ارب چالیس کروڑ سے زائد آبادی والا ملک ہے اور وہ ایشیا کی بڑی تجارتی منڈی ہے، لیکن اس جنگ نے اس کے غبارہ سے ہوا نکال دی۔

❷: اس جنگ سے پہلے بھارت دفاعی طور پر ایک مضبوط ملک خیال کیا جاتا تھا، لیکن سب پر عیاں ہو گیا کہ وہ دفاعی طور پر کتنا کمزور ہے۔

❸: فرانس سے رافیل طیارے لینے کے بعد بھارتی حکومت کا غرور آسمانوں کو چھو رہا تھا، لیکن اس جنگ نے اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

❹: اس جنگ سے پہلے اسرائیل کو اپنے پارٹنر بھارت پر بڑا گھمنڈ تھا کہ ہم بھارت کے ذریعے پاکستان کو قابو کر لیں گے اور جھکا لیں گے، لیکن بھارت نہ صرف یہ کہ خود شکست خوردہ ہوا، بلکہ اسرائیل کی اُمیدوں پر بھی پانی پھیر دیا۔

❺: بھارت خود شکست خوردہ ہونے کے ساتھ ساتھ فرانس، روس اور اسرائیل کی بھی ذلت اور

رسوائی کا سبب بنا، کیونکہ رافیل طیارے جو پاکستانی ہوابازوں نے گرائے، وہ فرانس کے تیار کردہ تھے، اسّی (۸۰) سے زائد جو ڈرون گرائے گئے وہ اسرائیل کے تھے، اور رافیل کے علاوہ بھی کچھ طیارے گرائے گئے، اسی طرح روس کا تیار کردہ بھارتی دفاعی سسٹم S-400 بھی تباہ کر دیا گیا۔ میڈیا میں آیا کہ رافیل طیارے بنانے والی کمپنی کے شیئرز کافی حد تک گر گئے اور چینی کمپنی کے تیار کردہ جہاز جن سے پاکستانی ہوا بازوں نے رافیل جیسے طیاروں کو نشانہ بنایا، ان کے شیئرز میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ اور چین کی اس کمپنی نے کہا کہ پاک بھارت جنگ میں ہماری کمپنی کی بہترین پبلسٹی ہوگئی اور اس سے ہماری کمپنی کو بہت فائدہ ہوا۔

❻: اس پاک بھارت جنگ سے بھارتی حکومت پر لرزہ طاری ہے اور اسے اندرونی طور پر بغاوتوں کا اتنا خوف ستا رہا ہے کہ وہ کوئی بھی صحیح اور حقیقی خبر باہر نہیں آنے دے رہا۔ مقامی لوگوں پر قدغنیں اور بڑھا دی گئی ہیں۔

اس پاک بھارت جنگ میں پاکستان کو درج ذیل فوائد ہوئے:

①: پاکستانی قوم جو تقسیم در تقسیم نظر آتی تھی، الحمد للہ! اس پاک بھارت جنگ کے آثار شروع ہوتے ہی ان میں یکسوئی اور یک جہتی پیدا ہوگئی، اور اس کے لیے دینی و مذہبی جماعتوں کی محنت اور کوشش نمایاں تھی، خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، جمعیت علمائے اسلام کے قائد حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن کا کردار سب سے زیادہ رہا۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے پوری پاکستانی قوم کو یکجان کر دیا اور سب نے کہا کہ بھارت نے جارحیت کی تو پاکستانی قوم اپنی افواج کے نہ صرف یہ کہ شانہ بشانہ ہوگی، بلکہ فوجی نظم کے تحت ان سے ایک قدم آگے جانے کے لیے بھی تیار ہے۔

②: پاکستان کا وقار پوری دنیا میں بلند ہوا، اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک پوسٹ میں ایک عرب بھائی کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ہر جگہ مسلمانوں پر بمباری، حملے اور خون ریزی کو دیکھا اور سنا، یہ پہلی دفعہ ہوا کہ ایک مسلمان ملک نے ایک کافر ملک کو جواب دیا اور اس میں فاتح اور کامیاب رہا۔

③: اس جنگ سے ظاہر ہوگیا کہ پاکستانی افواج، خواہ بری ہوں یا بحری یا فضائی، اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے مالا مال اور دشمن کو جواب دینے کی مکمل اور بھرپور صلاحیت اور طاقت رکھتی ہیں۔ آج ہماری فضائی افواج کا شمار دنیا بھر کی فضائی افواج میں پہلے نمبر پر آ گیا ہے۔

④: مسئلۂ کشمیر: جو منظر سے پسِ پشت چلا گیا تھا اور خصوصاً بھارت نے دو تہائی اکثریت کی بنیاد پر اس کی متنازعہ حیثیت کو ختم کر کے بھارت کا حصہ بنا دیا تھا، اس جنگ کے نتیجے میں الحمد للہ! وہ آج پہلے

ایجنڈے پر آچکا ہے۔ امریکہ اس میں ثالثی کا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے اور یہ پاکستان و اہلِ کشمیر کی بڑی فتح ہے۔

۵: دنیا کو معلوم ہو گیا کہ پاکستان ایک ذمہ دار ملک ہے اور اس کی سول قیادت ہو یا سیاسی اور فوجی قیادت، تحمل، برداشت اور تدبیر و تدبر جیسی اعلیٰ صفات سے مزین اور آراستہ ہے۔

۶: اس حالیہ جنگ میں بھارت کو ایسے کاری زخم لگے جنھیں وہ چھپانے کی بظاہر کوشش تو کر رہا ہے، لیکن اندر ہی اندر وہ سسک رہا ہے، کیونکہ چھ لڑاکا طیاروں کی تباہی، بقول اس کے ۲۶ رسے زائد مقامات پر فوجی اڈوں کی تباہی، ریڈار سسٹم کی ناکامی، ستر فیصد علاقے کا بجلی سے محروم ہونا، یہ سب ایسے نقصانات ہیں جن کی قیمت شاید کئی اَرب ڈالر کی صورت میں اُسے بھگتنا پڑے گی۔

۷: بھارت کے میڈیا کی پوری دنیا میں ذلت اور رسوائی۔ بھارتی میڈیا نے جنگ کے دوران ایسی من گھڑت اور جھوٹی خبریں چلائیں کہ جن کا اعتبار کرنا ایک عام آدمی کے لیے بھی مشکل تھا، چہ جائیکہ بیرنی دنیا اس پر اعتبار کرتی! آج پوری دنیا ان کی خبروں کو جھوٹ کا پلندہ کہہ رہی ہے اور بھارتی میڈیا ہے کہ وہ خود بھارتی لوگوں کے سوالوں کے جواب دینے کی بجائے منہ چھپائے پھر رہا ہے، اور آج ان کی خبروں پر خود بھارتی بھی اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔

۸: کالم نگار جاوید چوہدری صاحب کے بقول: پاکستان ایئرفورس نے سات مئی کی صبح تین ریکارڈ قائم کیے:

❶: دنیا کا پہلا رافیل بلکہ تین اکٹھے رافیل گرادیے، جس سے رافیل طیاروں کے شیئرز گر گئے اور اس کی مارکیٹ ویلیو ختم ہو گئی۔ ❷: دوسرا ریکارڈ چینی طیارے جے ۱۰ سی سے رافیل گرانا تھا' چین نے جے ۱۰ سی ۲۰۰۳ء میں بنایا تھا' یہ ۲۰۲۵ء تک کسی جنگ میں استعمال نہیں ہوا اور اس نے کوئی مخالف جہاز نہیں گرایا' پاکستان نے ۷رمئی کی جنگ میں جے ۱۰ سی استعمال کیا اور اس سے پہلا طیارہ گرایا اور وہ بھی دنیا کا بہترین فائیٹر جیٹ رافیل۔ ❸: اور تیسرا ریکارڈ پاکستان نے پہلی مرتبہ چینی میزائل پی ایل ۱۵ر استعمال کیے' یہ ۲۰۱۲ء میں بنے تھے اور یہ آج تک کسی جنگ میں ٹیسٹ نہیں ہوئے تھے' پاکستان نے یہ ٹیسٹ بھی کیے اور کمال کر دیا۔

۹: آپ ۹رمئی کی رات یاد کریں، آپ کو سوشل میڈیا سے بھارت کے مختلف شہروں سے دھماکوں' میزائلوں اور ڈرونز پھٹنے کی خبریں ملی ہوں گی' یہ دھماکے ہمارے ہیکرز کا کمال تھا' انھوں نے بھارت کے ڈرونز اور میزائلوں کا رخ بھارت کی طرف موڑ دیا تھا اور یہ دھماکے اس کا نتیجہ تھا۔

۱۰: پاکستان نے ثابت کر دیا کہ وہ ٹیکنالوجی سے لے کر جنگی حکمتِ عملی تک کسی میدان میں پیچھے نہیں۔

⑪: پوری دنیا پاکستانی ہوا بازوں کی مہارت مان رہی ہے اور اس جنگ نے ثابت کیا کہ پاک فضائیہ فضائی دنیا میں بادشاہ ہے اور بھارت اُسے اس میدان میں بھی شکست نہیں دے سکتا، ان شاء اللہ۔

الحمدللہ! پاکستانی قوم نے اپنی افواج کی بہادری اور جرأت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور افواج کے شانہ بشانہ لڑنے کے عزم کا اظہار کیا۔ ۱۶؍مئی ۲۰۲۵ بروز جمعہ ملک بھر کی تمام مساجد میں حکومت، ریاست اور افواجِ پاکستان کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے بیانات ہوئے اور پورے ملک کی تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں بالخصوص وفاق المدارس العربیہ پاکستان، جمعیت علمائے اسلام اور عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی اپیل پر ملک بھر میں ریلیاں نکالی گئیں اور جلسے جلوس کیے گئے۔ ادھر پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینیٹ کا مشترکہ اجلاس ہوا، جس میں مکمل اتحاد و اتفاق سے اپنی افواج کی صلاحیتوں پر اعتماد اور ان کی پشت پر کھڑے رہنے کے عزم کا اظہار کیا گیا، جس سے دشمن کو معلوم ہوگیا کہ پاکستانی قوم متحد ہے اور وہ اپنی مسلم افواج کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔

آپریشن ’’بنیانٌ مرصوصٌ‘‘ کی شکل میں صرف پاکستان کی فوج ہی نہیں، بلکہ پوری پاکستانی قوم نے حقیقتاً سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد و یکجا ہوکر وسائل و اسباب کے اعتبار سے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کی طاقت کا بھرم بھسم کرکے رکھ دیا، ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء!

خلاصہ یہ کہ دہشت گردی کے سراسر جھوٹے الزام کے بہانے مودی حکومت نے پاکستان کو خوفناک جارحانہ فوجی کارروائی کا ہدف بنا کر بھاری نقصان پہنچانے کی جو سازش کی تھی، اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے افواجِ پاکستان نے اس کا منہ توڑ جواب دے کر پوری دنیا میں بھارت کی رسوائی اور پاکستان کی سرخروئی کا سامان کردیا۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کو تا قیامت قائم و دائم رکھے، پاکستان جس نظریۂ اسلام کی بنیاد پر بنایا گیا تھا، اللہ تعالیٰ ہماری حکومت اور اربابِ اختیار کو اس کے نفاذ کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری بھائیوں کو جلد از جلد آزادی کی نعمت نصیب فرمائے، ہمارے ملک پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی ہمیشہ حفاظت فرمائے، جس طرح آج بھارتی جارحیت کے خلاف پوری قوم متحد و متفق ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسے متحد اور متفق رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وصلّی الله تعالٰی علٰی خیر خلقهٖ سیّدنا محمّد وعلٰی آلهٖ وصحبهٖ أجمعین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مکاتیب حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

جناب المحترم الأمجد دام فضلُهم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں بمعیتِ مولانا یومِ جمعہ ۹؍شعبان، ڈابھیل روانہ ہوکر ۱۰؍شعبان یوم السبت کو حیدرآباد (دکن) پہنچا، دوسرے روز بمعیتِ مولوی فضل اللہ صاحب پروفیسر [1]، مکتبہ سعید (جو مکانِ مولوی فیض الدین سے قریب ہے) دیکھا، اور دس بیس صفحہ تصحیح بھی کی، واقعی نسخہ عمدہ اور مصحّحہ ہے۔ تقریباً ۵؍ یوم تک برفاقتِ مولوی فضل اللہ صاحب کام کیا، اس کے بعد سے نزلہ وزکام اس قدر شدید لاحق ہوا کہ آج ۲۵؍شعبان تک کام بند ہے، اور صبح کا کھانا بھی نہیں کھایا، شام کو قدرے اکتفا کی جاتی ہے، اور دوسرے کوئی صاحب بھی ہمنوا نہیں۔ علماء سوء کا یہاں پورا نمونہ نظر آرہا ہے، اگر مجھے یہ کام نہ ہوتا تو ایک لمحہ بھی یہاں نہ رہتا، مگر میں اب ''کالطیر في القفس''ہوں، نہ معلوم کب تک مجھے یہاں رہنا ہے؟!

مولانا شبیر احمد صاحب (عثمانی) لیلۃ الجمعۃ ۲۳؍شعبان کو بمعیتِ مولانا محمد ادریس صاحب

(۱) بظاہر مولانا فضل اللہ جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں، جو''فضل الله الصمد شرح الأدب المفرد'' کے مؤلف ہیں۔

(کاندھلوی) روانہ ہوگئے۔ نو ہزار چھے سو کا چیک بمد ۴/سو ماہوار میرے لیے۔ میرے لیے دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے، اور یہ کام جلد پورا ہوجائے۔ جناب مولانا نافع صاحب ومولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب وجناب مولانا حافظ برہان الدین صاحب کی خدمت میں السلام علیکم! عزیز سید محمد قاسم جان کو سلام! والسلام

بوجہ تشویشِ طبع زیادہ تحریر کی طاقت نہیں، معاف فرمانا۔

برمکانِ مولوی فیض الدین صاحب وکیل، محلہ عابد شاپ، حیدرآباد، دکن

المُرسِل: محمد یوسف کامل پوری عفاعنہ

ازحیدرآباد دکن، یوم الاحد ۲۵/شعبان

بگرامی خدمت جناب مولانا سید محمد یوسف صاحب دام مجدُھم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

رقیمۂ گرامی موصول ہوا، الحمد للہ کہ بعافیت بخانہ تشریف آور ہوئے۔ احقر ۲۵/شعبان تک علیل رہا، اس کے بعد ہمت کرکے کام شروع کیا، مولوی فضل اللہ صاحب (جیلانی) نے یکم رمضان سے امداد چھوڑ دی، اور کوئی قابل عبارت صحیح پڑھنے والا نہ مل سکا، خود ہی دونوں نسخے دیکھنے کی زحمت اُٹھائی، مگر بحمد اللہ کہ آج ۲۵/رمضان کو اس اہم کام سے فارغ ہوا، گویا کہ میں نے ایک کوہِ گراں سر سے اُتار دیا، اب یہ کتاب بہت صحیح ہوگئی؛ کیونکہ نسخہ مکتبہ سعیدیہ بہت صحیح تھا، اگرچہ اب بھی بعض معمولی اغلاط موجود ہیں، مگر وہ مطبوعہ کتابوں سے متعلق ہیں، ان کو دونوں نسخوں میں مشتبہ دیکھ کر مراجعت کو فراغت کی طرف مؤخر کردیا۔

ایک روز رمضان میں (مکتبہ) آصفیہ گیا تھا، مہتمم آصفیہ نے کہا کہ آپ اتنے روز سے یہاں وارد ہیں اور یہاں نہیں آئے؟! خیر کل سے ارادہ ہے کہ متواتر پانچ چھے یوم جایا کروں گا، اور آپ لوگوں کی تنشیطِ خاطر کے لیے ''تفسیرِ بقاعی'' کے چند مقامات سے چند آیاتِ مشکلہ کی تفسیر نقل کردوں گا، تاکہ اہلِ علم حضرات میرے اس سفر سے فائدہ اُٹھائیں۔ تفسیرِ ہٰذا کا یہ قطعہ اول سورۂ سبا سے آخر سورۂ زمر تک ہے، مگر ضخیم تفسیر آیۃ ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ '' دیکھی، دل میں ٹھنڈک حاصل ہوئی۔

دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ آپ کے لیے چند رکوع بطورِ نمونہ نقل کرسکوں۔ آج دائرۃ المعارف گیا، سید ہاشم صاحب سے پہلے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ کتاب ''السنن الکبری'' جلدِ عاشر و کتاب

’’معرفة علوم الحديث للحاكم‘‘ خریدی۔

سید سلیمان صاحب ندوی، مولانا (شبیر احمد) عثمانی کی روانگی کے دوسرے دن تشریف لائے تھے، مولانا فضل اللہ صاحب (جیلانی) نے ان کی دعوت کی، میں بھی شامل تھا، ان سے ملاقات ہوئی۔ میرا ارادہ ہے کہ دوسری یا تیسری شوال کو روانہ ہوجاؤں، خیال تھا کہ بمبئی کی تفریح وسیر کروں، مگر کوئی مقامِ اقامت کے لیے نہیں ہے، اس لیے وحشت ہوتی ہے۔

دیوبند کے متعلق اخبار الامان وغیرہ (میں) مولانا شبیر احمد صاحب (کی نسبت سے) مشوش خبریں شائع ہورہی ہیں، اگرچہ مولانا نے یہاں فرمایا تھا کہ میں نے بعض اساتذۂ دیوبند کی سینہ زوری و مطلق العنانی کی وجہ سے استعفا دے دیا ہے، مگر مولانا مدنی نے اس کو منظور نہیں کیا، خدا کرے کہ مولانا عثمانی کا سایہ دیوبند پر ہمیشہ قائم دائم رہے؛ کیونکہ ’’لجأتُ فيه بآمالي إلى الكذب!‘‘(۱)

آپ کے متعلق جو خیال تھا، ابھی وہ ظاہر ہوا یا نہیں؟!

میں نے اس سے پہلے ایک رقیمہ مولانا عثمانی و مولانا سید احمد رضا صاحب کی خدمت میں لکھا ہے، لہٰذا اب میں بس کرتا ہوں۔ والسلام

عزیز محمد قاسم (بنوری) سلّمہ کو السلام علیکم! اَحِبّہ وعُرفاء کی خدمت میں السلام علیکم!

والسلام

أنا الأحقر محمد یوسف کامل پوری عفاعنہ

از حیدر آباد دکن، بر مکانِ مولوی فیض الدین صاحب وکیل، محلہ عابد شاپ

۲۵ / رمضان

پس نوشت: لیالی رمضان میں دعا سے فراموش نہ کرنا، أشركنا في دعواتك الصالحة يا أخي!

مولانا لطف اللہ صاحب ومیاں سردار گل کی خدمت میں السلام علیکم!

مولانا السید محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

أما بعد! آپ کا مکتوبِ گرامی موصول ہوکر باعثِ طمانینت ہوا، حق تعالیٰ آپ کو عافیتِ دارین وحیاۃِ

(۱) ترجمہ: ’’میں اپنی امیدوں کی بنا پر جھوٹ کی پناہ میں آیا!‘‘
متنبی کا شعر ہے، اصل میں لفظ ’’لَجَأتُ‘‘ کے بجائے ’’فَزِعْتُ‘‘ ہے، مفہوم یکساں ہے۔

طیبہ نصیب فرماوے۔ میری زبان سے بے ساختہ ابوالطیب کا شعر نکلا ہے:

وما الخيلُ إلا كالصديق قليلة
وإن كثرت في عين من لم يجرّب(۱)

میں اس وقت اپنے معاملہ کو آپ کے حوالہ کرتا ہوں، آپ جیسا معاملہ کریں، تخریج زیلعیؒ (نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية) کی تصحیح کے لیے تیار ہوں، کتب کی مراجعت کرنی ہوگی، میں محنت وتفحّص میں کمی نہ کروں گا، باقی خدا توفیق دینے والا ہے۔ خدانخواستہ اگر مجلسِ علمی کے پاس ''بضاعت'' نہ ہو تو میں کچھ مدت کے لیے مفت کام کرنے پر بھی آمادہ ہوں، آپ مجھ سے اس معاملہ میں پھر مراجعت نہ فرمانا۔

آپ کے رقیمۂ گرامی کے ورود سے پہلے میں آپ کی خدمتِ اقدس میں ایک ظرافت نامہ مشحون از مزایا علمیہ ولطائفِ بدیعہ تحریر کر چکا تھا، اگرچہ آپ کے گرامی نامہ کے ورود سے بعض مطالب اس کے منسوخ ہو چکے تھے، مگر میں تبرّعاً اپنے جذبۂ ناچیز کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

میں تو آپ کی محبت کو وسیلۃ الدارین وباعثِ عافیت سمجھتا ہوں، امید ہے کہ عند أهوال المحشر الطامة بھی اسی طرح دست گیری فرمائیں گے، اور دعواتِ اُوَیقاتِ مبارکہ سے نسیًا منسیًّا نہ فرمائیں گے۔

حضرت مولانا ایوب شاہ (بنوری)، وشاہ صاحب عبد اللہ شاہ، ومولانا برہان الدین صاحب کی خدمت میں السلام علیکم!

آپ کا داعی بالخیر
ناچیز حقیر محمد یوسف عفا عنہ
لیلۃ الأربعاء ۱۷ / رمضان

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

(۱) (مخلص) دوست کی طرح (عمدہ) گھوڑے بھی بہت کم ملتے ہیں، اگرچہ ناتجربہ کاروں کی نگاہوں میں ان کی تعداد زیادہ ہو۔

محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی چند نصیحتیں

مولانا محمد راشد شفیع
فاضلِ جامعہ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بروز جمعرات ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کو ضلع مردان میں شیخ ملتون ٹاؤن کے مغرب میں واقع ''مہابت آباد'' نامی بستی میں ہوئی۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان جامع صفات شخصیت کے حامل تھے۔ خیر القرون کو چھوڑ کر سرورِ کائنات فداہ ابی وامی کی اُمت کے منتخب اور نابغہ روزگار لوگوں کی جو فہرست بن سکتی ہے، وہ اس میں شامل تھے۔ وہ علم کا خزانہ، عرفان کا دریا اور استقامت کا پہاڑ تھے۔ انہوں نے پوری زندگی علومِ دینیہ کی تعلیم وتدریس اور تبلیغ میں گزاردی۔ حق تعالیٰ نے ان سے حفاظت اور اشاعتِ اسلام کا عظیم کام لیا۔ ان کی دینی اور ملی خدمات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ یہ مختصر فرصت اُن کا مقام ومرتبہ اور ان کی علمی اور عملی خدمات کی تفصیلات کے تذکرے کی متحمل نہیں ہے۔ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام ومنزلت کے سلسلہ میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ محدثِ جلیل علامۂ دوراں سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے شاگرد آج دنیا میں موجود ہیں، ان سب کو اس بات سے اتفاق ہے کہ مولانا بنوریؒ، سید انور شاہ کشمیریؒ کا صحیح عکس اور ان کی پوری تصویر تھے۔ (ماہنامہ بینات، صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/ جنوری ۲۰۱۳ء)

آپ کی تحریرات سے چند مختصر نصائح قارئین کی خدمت میں پیش خدمت ہیں:

❶ - دین کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ بندہ خود دین پر قائم ہوجائے، باقی کام اس کے بعد ہیں۔''

(بینات، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، شمارہ: ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

❷ - اکابر کی عظمت دل میں ہو تو دین کی محنت میں برکت آتی ہے۔''

(بینات، خصوصی اشاعت برائے حضرت بنوریؒ، ۱۳۹۷ھ)

❸ -علماء کا کام صرف فتوے دینا نہیں، بلکہ اُمت کی رہنمائی اور اصلاح بھی ہے۔'' (بصائر وعبر، ج:۱، ص:۴۵)

❹ -تبلیغی جماعت کی محنت نے دین کو عوام الناس تک پہنچایا، یہ ایک عظیم خدمت ہے۔''

(بینات، شمارہ: ربیع الاول ۱۳۹۵ھ)

❺ - دینی مدارس کو عصری تقاضوں کے مطابق نصاب میں مناسب تبدیلیاں کرنی چاہئیں، تاکہ طلبہ زمانے کے چیلنجز کا مقابلہ کرسکیں۔'' (بصائر وعبر، جلد دوم، ص:۱۱۲)

❻ -تصوف کا اصل مقصد نفس کی اصلاح اور اللہ سے قرب حاصل کرنا ہے، نہ کہ دنیاوی مفادات۔''

(بینات، شمارہ: شعبان ۱۳۹۶ھ)

❼ -''ختم نبوت کا عقیدہ دین اسلام کی بنیاد ہے، اس پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا۔'' (بینات، شوال ۱۳۹۴ھ)

❽ -'' قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں، یہی کامیابی کا راستہ ہے۔''

(بینات، رمضان ۱۳۹۷ھ)

❾ -''علماء کو چاہیے کہ وہ عوام کے مسائل کو سمجھیں اور ان کے حل کے لیے کوشش کریں۔''

(بصائر وعبر، جلد اول، ص:۷۸)

❿ -'' دین کی خدمت میں اخلاص سب سے اہم ہے، ریاکاری سے بچنا چاہیے۔'' (بینات، محرم ۱۳۹۸ھ)

⓫ -احادیث کی تشریح میں احتیاط برتنی چاہیے، تاکہ غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔'' (معارف السنن، مقدمہ، ص:۲۷)

⓬ -''اسلامی تعلیمات کو جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا وقت کی ضرورت ہے۔''

(بینات، رجب ۱۳۹۵ھ)

⓭ -''طلبہ کو چاہیے کہ وہ صرف نصابی کتب پر اکتفا نہ کریں، بلکہ اضافی مطالعہ بھی کریں۔''

(بصائر وعبر، جلد دوم، ص:۸۹)

⓮ -''علماء کو سیاست سے دور نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اسلامی اصولوں کے مطابق رہنمائی کرنی چاہیے۔''

(بینات، ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ)

⓯ -''اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے تعلیم وتربیت کا نظام مضبوط ہونا چاہیے۔'' (بینات، صفر ۱۳۹۷ھ)

⓰ -''طلبہ کو چاہیے کہ وہ وقت کی قدر کریں اور اسے ضائع نہ کریں۔'' (بصائر وعبر، جلد اول، ص:۱۰۲)

⓱ -''علماء کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگیوں میں سادگی اختیار کریں۔'' (بینات، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ)

⓲ -''اسلامی تعلیمات کو عملی زندگی میں نافذ کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔'' (بینات، ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ)

⓳ -''طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنے وقت کا بہترین استعمال کریں اور غیر ضروری مشاغل سے بچیں۔''

(بصائر وعبر، جلد دوم، ص:۱۱۹)

⑳ - ''علماء کو چاہیے کہ وہ معاشرے کی اصلاح کے لیے عملی اقدامات کریں۔'' (بینات، شوال ۱۳۹۷ھ)

㉑ - ''دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا کسی سے خیر کی توقع نہ کریں، اور نہ کسی پر اعتماد و توکل کریں، ورنہ سوائے خسران و ناکامی کوئی اور نتیجہ نہ ہوگا۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉒ - ''میں نے مدرسہ اس لیے نہیں بنایا کہ مہتمم یا شیخ الحدیث کہلاؤں، جلال میں آکر فرماتے، اس تصور پر لعنت۔'' (ملفوظاتِ حضرت شیخ بنوری قدس سرہٗ، ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉓ - ''ہم تو چاہتے ہیں کہ حصولِ معاش کے تصور کو ختم کردیا جائے اور طالب علم صرف اللہ تعالیٰ کے دین کا سپاہی بنے، اس کے سوا زندگی کا کوئی مقصد اس کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہو۔''

(ملفوظاتِ حضرت شیخ بنوری قدس سرہٗ، ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉔ - ''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دعا سکھا دی ہے، یہی دعا کرتا ہوں: اے اللہ! تو خزانوں کا مالک اور بندوں کے دل بھی تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں، آپ ان کے دل پھیر دیں، وہ خود آکر اس مدرسہ کی خدمت کریں، ہمیں ان کے در پہ نہ لے جا۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉕ - ''خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہوجائیں کہ مجھ پر خدمتِ دین کے سارے دروازے بند ہوجائیں تو میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا جہاں کی مسجد غیر آباد ہو اور لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں، وہاں جاکر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کروں گا، پھر خود ہی اذان دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉖ - ''اگر دینی مدرسہ دنیا کے لیے بنایا ہے تو آخرت کا سب سے بڑا عذاب ہے اور اگر آخرت کے لیے بنایا ہے تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہے۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉗ - ''شقی اور ملعون ہے وہ شخص جو علم دین کو حصولِ دنیا کے لیے استعمال کرتا ہے، ایسے بدبخت سے سر پر ٹوکری اُٹھا کر مزدوری کرنے والا بدرجہا بہتر ہے۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉘ - ''جو طالب علم اس مدرسہ میں اسلامی شکل و شباہت اختیار کیے بغیر رہنا چاہتا ہے اور جس کے دل میں علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی تمنا ہے، وہ ہمارے مدرسہ میں نہ رہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بدترین خیانت ہوگی۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉙ - ''ایک شخص اپنے اخلاص کی بدولت الف، با پڑھا کر جنت میں جاسکتا ہے اور دوسرا اخلاص کے بغیر بخاری شریف پڑھا کر اس سے محروم رہ سکتا ہے۔'' (ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

㉚ - ''علماء کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگیوں میں سادگی اختیار کریں۔''

(ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۳۷ھ-مئی ۲۰۱۶ء)

تعلیم وتربیت

چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس

حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث ومشرف تخصصِ فقہِ اسلامی، جامعہ

بچوں کی ایسی تعلیم وتربیت جس سے وہ باعمل مسلمان بن جائیں، والدین کے فرائض میں شامل ہے۔قرآن کریم میں سورۂ لقمان میں بیان کردہ ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا منہج اس طور پر ہونا چاہیے: ۱-عقیدہ کی تربیت، ۲-اعمال کی تربیت، ۳-ادائیگیِ حقوق کی تربیت، ۴-عام معاشرتی اورانسانی آداب کی تربیت۔ان مراحلِ تربیت سے گزرنے کے بعد ایک مسلمان بچہ ان شاء اللہ ایک باعمل مسلمان ثابت ہوگا۔

ہمارے تعلیمی اداروں میں آج کل بچوں کی تربیت اور ذہن سازی سے عموماً غفلت برتی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے چند رفقاء کے ذہن میں یہ خیال پیدا فرمایا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے کچھ مؤثر انتظام ہونا چاہیے، اس سلسلہ میں ان حضرات کی کاوش سے اسکولز وکالجز کی سالانہ تعطیلات میں ان بچوں کے لیے چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے، اور صالح مسجد صدر سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ کراچی، بلکہ پورے ملک میں مقبول ہوگیا اور ضرورت یہ محسوس ہوئی کہ اس سلسلہ کو منظم اور مرتب کیا جائے اور اس سلسلہ میں ہمارے جامعہ کے اساتذہ اور فضلاء نے بے حد کوشش فرمائی، یہ حضرات وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں مجھ سے بھی مشورہ فرماتے رہے، ان حضرات کی کوشش رنگ لائی اور تعلیم وتربیت کے نام سے ایک مختصر اور جامع کتاب تیار کی گئی جو نہ صرف یہ کہ بچوں کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرے گی، بلکہ تعلیمِ بالغان کے لیے بھی انتہائی مفید ثابت ہوگی، کیونکہ دین کی ابتدائی معلومات جو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہیں اس کتاب میں موجود ہیں۔

بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس خدمت کو اپنے دربارِ عالی میں قبول فرما کر ہدایت اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں، آمین

تعلیم وتربیت کورس کے اثرات وثمرات

مولانا محمد عاصم زکی رحمۃ اللہ علیہ
سابق استاذ جامعہ

ہر سال گرمیوں کی آمد پر عصری تعلیم گاہوں اسکول وکالج میں سالانہ تعطیلات کا شدت سے انتظار ہوتا ہے، بچوں کی ضد اور اصرار، بڑوں کے مشورے اور منصوبے نہ جانے کیا کیا ہوتے ہیں، کسی کی سوچ کھیل وتفریح کی ہوگی تو کسی کی فکر سیر وسیاحت کی اور کوئی راحت وآرام کے لیے بے چین رہتا ہوگا، جبکہ بعض بلکہ اکثر والدین ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کے فارغ اوقات کو کسی اچھے مصرف میں لگانے کے لیے فکر مند ہوں گے، کیونکہ بچے گھروں میں پابند تو رہ نہیں سکتے، لازماً باہر نکلیں گے جس کے نتیجے میں ان کا بے دینی اور آوارگی کے ماحول سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، ورنہ کم از کم گیند بلا ہاتھ میں لے کر دھوپ میں گراؤنڈ آباد رکھنے میں تو ضرور مشغول نظر آئیں گے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ ہمارے بچوں اور نوجوانوں کی اکثریت موسم گرما کی چھٹیوں میں فضولیات کی زد میں رہتی ہے، ایسی صورتِ حال میں بچوں کے والدین کی پریشانیاں اور اندیشے بجا اور بچوں کی حالت قابلِ رحم ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے بعض فکر مند اور خیر اندیش مسلمانوں نے کافی غور وخوض اور مشوروں کے بعد موسم گرما کی تعطیلات میں دینی واخلاقی تربیتی کورس کی صورت میں ایک منصوبہ پروگرام پیش کیا، جسے الحمد للہ ہمارے دین دار اور فکر مند مسلمان طبقے میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور اس کی برکت سے ان تمام پریشانیوں کا حل اور علاج بھی میسر آ گیا جو بچوں کے والدین کو اپنی اولاد اور نوجوان نسل کی بے راہ روی کے حوالہ سے لاحق تھیں۔

یہ چالیس روزہ کورس ایک مسجد کے چند احباب کے مشورہ سے مسجد ہی میں شروع ہوا، جس کی ابتدائی کلاس ان ہی نمازی بھائیوں کے چند بچوں پر مشتمل تھی جو صبح دکان پر آتے ہوئے بچوں کو ساتھ لے آتے اور کلاس ٹائم عصر تا عشاء میں بچوں کو مسجد بھیج دیتے، جہاں وہ بچے چند دعائیں، کچھ قرآنی سورتیں اور بعض اہم دینی باتیں سیکھتے اور آپس میں سننے سنانے کی مشق کرتے رہتے، یہاں تک کہ یہ مختصر دینی نصاب اس قدر مقبول ہوا کہ ان بچوں میں دینی معلومات کا شوق بڑھنے لگا اور اس شوق کے تذکرے اور چرچے عام ہونے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے چند بچوں کی یہ ایک کلاس کئی کلاسوں میں تبدیل ہوگئی اور ایک مسجد سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ کئی مساجد اور ایک شہر سے دوسرے کئی شہروں تک پھیلنے لگا اور اس کی افادیت وضرورت کا

اِدراک و احساس دن بدن بڑھتا گیا۔ الحمدللہ! جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے فضلاء اور بعض ائمہ مساجد کے تعاون سے ملک کے مختلف شہروں، بالخصوص کراچی کی کئی مساجد میں اسکول و کالج کے بچوں کی سالانہ چھٹیوں میں چالیس روزہ مفید ترین اور لائقِ تقلید سلسلہ بڑے اہتمام کے ساتھ پچھلے کئی سالوں سے جاری ہے اور بعض مساجد میں اس سلسلہ کو مزید احسن طریقہ سے آگے بڑھایا گیا ہے۔

چالیس روزہ دینی و اخلاقی تربیتی کورس کے اثرات ان طلباء پر کیا مرتب ہوئے؟ اس کے کیا فوائد وثمرات سامنے آئے؟ چالیس دن میں بچہ کیا سیکھ سکتا ہے اور اس کے اندر کیا تبدیلی آسکتی ہے؟ ان سوالات کے جواب گزشتہ تجربات ومشاہدات اور آئندہ نیک توقعات کی روشنی میں مختصر یوں عرض کیے جاسکتے ہیں:

①: اس کورس میں بچوں کو ضروری شرعی مسائل اور دیگر دینی معلومات سکھلائی جاتی ہیں، جو کہ نہ صرف ہماری اور ہماری اولاد کی شرعی ضرورت ہے، بلکہ ہمارے فرائض میں بھی داخل ہے۔

②- ہماری عصری تعلیم گاہوں بالخصوص غیر مسلم مشنریز کے زہریلے اثرات ہمارے نونہال بچوں کی فکر، اخلاق اور عادات و اطوار پر تقریباً اثر انداز ہو چکے ہوتے ہیں، یہی بچے جب کچھ عرصہ اپنے مذہبی مرکز (مسجد) سے جڑے رہیں گے تو ان کا دینی شعور برقرار و بیدار رہے گا، ورنہ خدانخواستہ وہ غیروں کی تعلیم وتربیت کا اثر لے کر ہمارے درمیان ان کے نمائندہ کا کردار ادا کریں گے اور دین سے بیزاری آہستہ آہستہ ان کا شعار بن جائے گی۔

③فرائض وواجبات اور اعمالِ صالحہ کی عادت اور رجحان نصیب ہوگا، کیونکہ اس کورس میں صحیح تلفظ کے ساتھ تلاوتِ قرآن اور نمازوں کی عملی مشق کا خاص اہتمام کرایا جاتا ہے۔ اس اہتمام کی بدولت والدین اس ذمہ داری سے کسی قدر عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جو بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے ان پر شریعت کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔

④ چالیس روز تک مسجد کے ماحول میں دینی باتوں کا مذاکرہ طبیعت اور مزاج میں فطری طور پر تبدیلی لانے اور دینی ذوق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، چنانچہ ہمارے سامنے ایسی کئی مثالیں ہیں کہ اس کورس میں شریک ہونے والے متعدد طلباء دینی مدارس میں باضابطہ داخلہ لے کر حفظِ قرآن اور دینی علوم کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

⑤ تعلیم وتعلم سے تعلق رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ چند دنوں کا تعطل اور وقفہ تعلیمی مزاج پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے اور چھٹیوں کے بعد اس سلسلہ کے نشاط اور لگاؤ کے دوبارہ بحال ہونے میں کتنا وقت لگتا ہے، اگر ہمارے بچوں کی تعطیلات کا بیشتر حصہ اس کورس میں گزرے گا تو ان کا یہ مزاج برقرار رہے گا اور تعطیلات کے بعد تعلیمی ماحول سے وابستہ ہونے میں زیادہ گرانی بھی محسوس نہیں ہوگی۔

⑥ اگر کسی بچے کو چالیس دن کے محدود وقت میں اس قدر فوائد اور برکات وثمرات نصیب ہو جائیں تو زہے نصیب! اور اگر خدانخواستہ کوئی اس عظیم نعمت کو حاصل نہ بھی کرسکا اور بظاہر محروم رہا، تو اچھی صحبت و پاکیزہ ماحول کی نعمتِ عظمیٰ سے ہمکنار رہنے والا تو بہر حال شمار ہوگا، ظاہر ہے کہ اچھی صحبت اپنا اثر رکھتی ہے، صالحین کا ہم نشین غیر ارادی طور پر بھی ان کی صحبت سے حصہ پا ہی لیتا ہے۔

⑦ خیر کے ان تمام پہلوؤں سے قطع نظر مسجد کا ماحول ان تمام فضولیات، لغویات اور معاصی سے بچاؤ کا ذریعہ ہے جو اس ماحول سے باہر پائی جاتی ہیں، کیونکہ یہی بچہ اگر مسجد کے ماحول سے باہر ہوتا تو نہ معلوم کن کن کاموں میں لگا رہتا، جتنی دیر یہ بچہ مسجد میں رہے گا کم از کم اتنی دیر تو ان برے کاموں سے محفوظ رہے گا، جو اس جیسے دوسرے بچے مسجد سے باہر کر رہے ہوں گے۔ بہر حال اسکول و کالج وغیرہ کے طلباء کے لیے سالانہ تعطیلات میں چالیس روزہ دینی و اخلاقی تربیتی کورس کا انعقاد نہایت ضروری اور بہت سارے برکات وثمرات کا حامل ہے، یہ تعلیم وتربیت جس طرح بچوں کا حق ہے اسی طرح بچیوں کا بھی حق ہے، چنانچہ حتی الوسع بچوں اور بچیوں ہر دو کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہونا چاہیے۔

ان گزارشات کے ذریعہ جہاں اسکول اور کالج کے نونہال ونوجوان طلبہ کو ترغیب وتوجہ دلانا مقصود ہے، وہاں! ان کے والدین، مساجد کے ائمہ کرام اور منتظمہ کمیٹی کو دعوتِ فکر دینا بھی مطلوب ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اس چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس میں اپنے بچوں کو بھیج کر اس کے فوائد وثمرات سے فائدہ اُٹھائیں، اگر بچوں کی چھٹیوں کے یہ قیمتی لمحات بھی گنوا دیے گئے تو پھر سال بھر کوشش کے باوجود بھی ایسے مواقع کا میسر آنا مشکل ہوگا۔ مساجد کے ائمہ کرام کی خدمت میں بھی بصد آداب وتکریم عرض ہے کہ محلہ کے بچے ان کی رعیت میں داخل ہیں، جن کے بارے میں وہ عنداللہ مسئول ہیں، اس لیے ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی رعیت کو تعلیم وتربیت کے مواقع فراہم کرنے اور انہیں اپنا قیمتی وقت دینے میں خوب سخاوت لگن اور محنت سے کام لیں، اس سلسلے میں قریبی مدارس کے سمجھدار اور ذی استعداد طلباء کرام کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ چالیس روزہ اس تربیتی کورس میں نصاب کی کوئی قید نہیں، ہر مسجد کے امام صاحب کورس کے شرکاء کی تعلیمی و ذہنی سطح کے مطابق کچھ بھی نصاب مقرر فرما سکتے ہیں، کیونکہ مقصد محض دینی شعور اور شوق بیدار کرنا ہے، تاہم اس کورس کے لیے جامعہ کے فضلاء نے بھی جامعہ کے اساتذہ کرام کی نگرانی میں ان کے مشوروں سے ایک نصاب مرتب کیا ہے، اس نصاب میں تقریباً ہر نوع کے چیدہ چیدہ منتخب موضوعات شامل ہیں۔ جو احباب یہی مجوزہ نصاب زیرِ تدریس رکھنا چاہیں یا طریقۂ تدریس، طرزِ تعلیم اور تجربہ کار حضرات کے تجربات سے فائدہ اُٹھانا چاہیں وہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دفتر یا عصر تا مغرب صالح مسجد جہانگیر پارک صدر کراچی سے رابطہ فرما سکتے ہیں۔

سفرِ انسانی کے مراحل

خطاب: حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم

(درسِ سورۂ فاتحہ)

ضبط وترتیب: مولوی ہدایت اللہ اورکزئی

۵ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ، کو جامعہ بنوری ٹاؤن کے سابق استاذ اور جامعہ دارالعلوم زکریا ساؤتھ افریقہ کے شیخ الحدیث حضرت مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم' جامعہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انور بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلے میں کراچی تشریف لائے تھے۔ اس سفر میں آپ نے عثمانیہ مسجد نزد اسلامیہ کالج کراچی میں سورۂ فاتحہ سے متعلق درسِ قرآن بھی دیا، جسے جامعہ کے متعلم مولوی ہدایت اللہ اورکزئی نے ضبط وترتیب دیا اور عنوانات وغیرہ کا اضافہ کیا۔ اس درس کو تحریری شکل میں افادۂ عام کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه أجمعين إلىٰ يوم الدين. أما بعد: فقد قال الله تبارك وتعالىٰ:
'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ''

علماء کرام اور میرے مسلمان بھائیو!

مولانا عبدالرؤف صاحب غزنوی دامت برکاتہم کی فرمائش پر آپ حضرات کے سامنے آپ کی خدمت میں وہ سورۂ فاتحہ میں نے پڑھی اور پیش کی جو ہم ہر نماز میں اور تقریباً ہر رکعت میں پڑھتے ہیں، امام صاحب پڑھتے ہیں، اور مقتدی حضرات سنتے ہیں، وہ عظیم الشان سورت ہے۔ حضرت ابوسعید ابن معلیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مسجد سے نکلنے سے پہلے میں آپ کو ایک عظیم الشان سورت بتاؤں گا اور

سناؤں گا، جب نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے تو حضرت ابن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سورت اُن کو سکھائی۔

اور یہ سورت ''سورتِ شفاء'' بھی کہلاتی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے اور (عربوں کی یہ عادت تھی کہ) سفر میں جب (کوئی جاتے چاہے) صحابہ کرامؓ جاتے، (یا کوئی اور) جہاں ٹھہرتے تھے، وہاں کے لوگوں کی یہ ذمہ داری تھی کہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کریں، یہ حضرات (ایک جگہ) ٹھہرے اور مقامی لوگوں نے کوئی انتظام نہیں کیا، کوئی کھانا نہیں کھلایا، اتنے میں معلوم ہوا کہ ان کے سردار کو سانپ نے ڈسا ہے، یا بچھو نے کاٹا ہے اور ہر قسم کا علاج کیا، لیکن اس کو افاقہ نہیں ہوا، صحت نہیں ہوئی، اس قبیلے کے دل میں آیا کہ یہ مہمان آئے ہیں، ان کے پاس کوئی دم ہوگا، جھاڑ پھونک ہوگی، جس کو ہم استعمال کریں اور ہمارا سردار ٹھیک ہو جائے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہوں نے فرمایا کہ کل ہم آئے ہیں، چونکہ آپ لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے، جبکہ آپ کی ذمہ داری تھی، اس لیے (ایک روایت میں ہے) ہم آپ سے ۳۰ر بھیڑ بکریاں اور ایک روایت میں ہے ۱۰۰ بھیڑ بکریاں مانگتے ہیں، آپ ادا کریں، ہم دم کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ ولی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے کہ میری کرامت کیا ہوگی اور میرے دم کا نتیجہ کیا ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ڈالا تھا کہ میں دم کروں گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ٹھیک ہوگا، اگر وہ ٹھیک نہ ہوتا تو پھر بدنام ہو جاتے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورت فاتحہ کے ساتھ جو سورت شفاء ہے ان کو دم کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایسی شفا دی کہ حدیث کے الفاظ ہیں (کہ وہ درست ہوئے) اس طرح جیسا کہ اونٹ کے پاؤں کو رسی سے باندھا گیا ہو اور رسی کو کھولا جائے اور جمپ لگائے، چھلانگ لگا دے، اس طرح وہ ٹھیک ہوگیا۔

اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ اہم مسائل بیان فرمائے ہیں، میں مختصراً عرض کرتا ہوں، اگر کوئی سفر کے لیے جارہا ہو تو اس کو (چند ضروریات ہوتی ہیں):

① - ضرورت ہوتی ہے کہ راہ کا توشہ ہونا چاہیے۔

② - لمبے سفر کے لیے سواری چاہیے، سواری کے بغیر نہیں جاسکتا، ٹرین کی سواری ہو، بس کی سواری ہو، جہاز کی سواری ہو اور جب بہت دور کا سفر ہو تو بہت اعلیٰ درجے کی سواری چاہیے۔

③ - اس کو راستہ معلوم ہونا چاہیے، اور صحیح راستہ معلوم ہونا چاہیے، اگر صحیح راستہ معلوم نہ ہو تو گم ہو جائے گا، بجائے آگے جانے کے پیچھے آجائے گا، لیلیٰ مجنوں کا قصہ ہو جائے گا کہ مجنوں کی اونٹنی کا بچہ گھر پر

پیچھے تھا اور مجنوں کی محبوبہ لیلیٰ آگے تھی تو مجنوں اونٹنی کو آگے لے جانا چاہتا تھا، جب مجنوں کہیں گم ہوجاتا، سواری واپس آجاتی تھی۔

هوى ليلتي خلفي وخذها من ال
هواء وإني وإياها لمختلفان

میری اونٹنی کا مقصد پیچھے ہے اور میری لیلیٰ آگے ہے اور ہم دونوں کی منزل مختلف ہے، اس لیے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتے، تو سیدھا راستہ ہو تو مقصود تک پہنچتا ہے۔

④- سیدھے راستے کے لیے رہبر ہونا چاہیے، ڈرائیور ہو یا گارڈ اور گاڑی بھی چلا سکتا ہو، تو سارا معاملہ حل ہوجائے گا۔

⑤- پھر راستے میں چور اور ڈاکو سے بھی حفاظت ہونی چاہیے، آدمی راستے میں لوٹا جائے گا، تو سب کچھ چلا جائے گا، اگر بہت دور کا سفر ہو، تو اس کے لیے بجلی بھی ہونا چاہیے، بجلی کے بغیر نہیں جا سکے گا، اگر جنت جارہا ہو، جنت کوئی معمولی چیز نہیں ہے: ''حفت الجنة بالمكاره'' جنت کو گھیر لیا گیا ہے مصیبتوں کے ساتھ''، ''وحفت النار بالشهوات''، ''اور جہنم کو گھیر لیا گیا ہے شہوتوں کے ساتھ۔'' تو پہلا نمبر ہے کہ ہمارے پاس توشہ ہونا چاہیے، توشۂ عبادت ہمارے پاس ہے، عبادت ہو تو یہ ہمارے راستے کا توشہ ہے۔

پھر عبادت کی چار قسمیں ہیں:

❶-عبادتِ قلبی: عبادات صرف اللہ کے لیے کرنا اور صرف اللہ سے اُمید رکھنا، یہ عبادتِ قلبی ہے۔

❷-عبادتِ لسانی: اپنی زبان سے صرف اللہ سے مدد مانگنا، غیر اللہ سے نہیں مانگنا، بعض اسباب کے علاوہ یہ عبادتِ لسانی۔

❸-عبادتِ بدنی: عبادتِ بدنی رکوع ہے، سجدہ ہے، یہ بھی صرف اللہ کے لیے ہو۔

❹-عبادتِ مالی: عبادتِ مالی نذر ہے، صدقہ ہے، زکاۃ ہے، نفلی صدقہ ہے، یہ سب اللہ کے لیے ہو، عبادت آدمی کے لیے، مسلمان کے لیے آخرت کا توشہ ہے، آپ لوگوں نے وہ حدیث سنی ہے: ''إن الله لاينظر إلٰى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلٰى قلوبكم و أعمالكم.'' (رواہ مسلم) کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت کو نہیں دیکھتے اور اللہ تعالیٰ تمہارے مال کو نہیں دیکھتے کہ زیادہ مالدار ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے اخلاص کو دیکھتے ہیں، اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔'' تو یہ عبادت ہمارے لیے راستے کا توشہ ہے۔

''اِیَّاکَ نَعْبُدُ''، اس سے اللہ کی تعریف کریں، اللہ تعالیٰ کی تعریف پہلے کریں تو اللہ تعالیٰ راضی

ہوں گے، پھر ''وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ''، یہ ہے سواری اور سواری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد مانگے، اگر اللہ بارک تعالیٰ کی مدد نہ ہو تو ہم عبادت نہیں کر سکتے، ہم عبادت کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں، خود بخود عبادت نہیں ہوتی، ہماری محنت اس میں شامل ہوگی، ہم ارادہ کرتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ'' (رعد، آیت: ۱۱) اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حالات کو نہیں بدلیں گے، جب تک تم حالات کے بدلنے کی محنت نہ کرو، اور بھی اس کے تقریباً چار مطلب ہیں، چار معانی ہیں، ایک معنی یہ ہے: جب آپ ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی، اللہ تعالیٰ کی مدد ہماری معاون ہوگی، ''وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' یہ ہے اللہ تعالیٰ پر توکل، اللہ تعالیٰ کی مدد، ہمارے لیے سعادت کی بات ہے، اس لیے حدیث میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کوئی عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی؟ فرمایا: ہاں! میں بھی ''إلا أن يتغمدني الله برحمتي'' جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اللہ، تعالیٰ کی مدد، اللہ تعالیٰ کا کرم میرے ساتھ نہ ہو، میں بھی نہیں جا سکتا۔

تیسرے نمبر پر راستہ ہے: ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' سیدھا راستہ ہمیں بتلا دیجیے، اور سیدھے راستے پر ہمیں چلا دیجیے، اور سیدھے راستے پر چلاتے چلاتے منزلِ مقصود تک پہنچا دیجیے، ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' میں یہ سب ہے، سیدھا راستہ بتلانا، سیدھے راستے پر چلنا، سیدھے راستے پر چلتے چلتے منزلِ مقصود تک پہنچنا، ہم آپ سے یہ چاہتے ہیں، صراطِ مستقیم اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو تین جگہ فرمایا: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا راستہ، شہداء کا راستہ، صالحین کا راستہ، اللہ والوں کا راستہ، بزرگانِ دین کا راستہ، ائمہ مجتہدین کا راستہ، یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، یہ سیدھا راستہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے خط کھینچا، سیدھا خط کھینچا، اور اس کے اطراف میں ٹیڑھے ٹیڑھے خط کھینچے، فرمایا: تم سمجھ گئے ہو کہ کیا کیا میں نے؟ فرمایا: یہ جو سیدھی لکیر ہے، یہ سیدھا راستہ ہے، اور یہ جو اِدھر اُدھر ٹیڑھے ٹیڑھے راستے ہیں، یہ شیطان کے راستے ہیں، صراطِ مستقیم پر چلو گے مقصد تک پہنچ سکو گے، اور نہیں چلو گے تو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکو گے۔

پھر فرمایا: صراطِ مستقیم کون سا راستہ ہے؟ ''صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ'' ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے احسان کیا۔

کتاب سے علم حاصل نہیں ہو سکتا، ڈاکٹری کی کتاب پڑھ کر ڈاکٹر نہیں بن سکتا، انجینئرنگ کی کتاب پڑھ کر انجینئر نہیں بن سکتا، درزی کی کتاب پڑھ کر درزی نہیں بن سکتا، تو کیا یہ علم اتنا معمولی علم ہے، اتنی معمولی چیز ہے، جو آدمی بغیر استاذ کے سیکھے گا، بغیر کسی رہبر کے سیکھے گا، یا آدمی بغیر ہدایت کرنے والے

کے سیکھے گا، مشکل ہے، اس لیے علماء سے رابطہ رکھنا ضروری ہے۔ ائمہ مجتہدین جنہوں نے ہمارے اوپر احسان فرمایا، اسی طرح ان کا راستہ اپنانا چاہیے، اسی طرح جو تصوف کے ہمارے ائمہ ہیں، جیسے مولانا مفتی محمود حسن، حضرت شیخ، ان کا طریقہ اپنانا چاہیے۔

فرمایا: راستے میں کبھی کبھی ڈاکو ہوتے ہیں، ڈاکہ ڈالتے ہیں، چوری کرتے ہیں، مال چھین لیتے ہیں، جان لے لیتے ہیں، فرمایا: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' جو جہالت میں مبتلا ہے ان کے راستے سے ہمیں بچایئے، اور ''مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ'' جو علم کے محبوب راستے سے ہٹ گئے ہیں، اور ہٹ جاتے ہیں، یا اللہ! ان کے راستے سے بچادے، یہود و نصاریٰ اور ان کے علاوہ اور جتنے لوگ ہیں، اور جہالت سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، یا سمجھتے ہیں، سمجھتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، یا اللہ! ان کے راستے سے ہمیں بچایئے، اور پھر آخر میں علماء کرام فرماتے ہیں: کہ نماز میں بھی ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کے بعد آمین پڑھنا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چپکے سے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جو شوافع حضرات ہیں وہ زور سے پڑھتے ہیں، بلند آواز سے پڑھتے ہیں، لیکن آمین سب پڑھتے ہیں، یہ آمین ویزہ ہے کہ یا اللہ! ہم نے درخواست کی ہے صراطِ مستقیم پر چلنے کی، یا اللہ! ہماری درخواست کو، ہمارے ویزے کو قبول فرمادے، چھ نمبر پورے ہو گئے، پھر اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: آپ کو ہدایت چاہیے، آپ کو صراطِ مستقیم چاہیے، آپ کو سیدھا راستہ چاہیے، آپ کو خیر والا راستہ چاہیے؟ ''ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' یہ ہدایت ہے تقویٰ حاصل کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آپ کو بھی صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اس صراطِ مستقیم پر جو ہمارے اکابر، اور ہمارے بڑوں، اور ہمارے رہبر رہنما حضرات کا راستہ ہے، اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حوالہ جات

١-صحيح البخاري، باب فضل فاتحة الكتاب، ج:٤ ، ص: ١٩١٣، رقم الحديث : ٤٧٢٠، طبع دار ابن كثير دمشق، بيروت

٢-أيضاً، رقم الحديث : ٤٧٢١

٣- صحيح مسلم، باب تحريم ظلم المسلم و خذله واحتقاره، ج:٢ ، ص: ٣١٧، طبع: قديمى كتب خانه

٤-صحيح البخاري، باب في الأمل و طوله، ج: ٢٠ ، ص: ٩٥٠، طبع: قديمى كتب خانه

٥- صحيح مسلم، باب صفة الجنة ، ج: ١٧، ص: ١٦٣، رقم الحديث :٧٠٦١، طبع: دار معرفة بيروت، لبنان

بغیر رہنمائی کے مطالعہ کے نقصانات

مفتی صدیق احمد جوگواڑ نوساری
گجرات، انڈیا

مطالعہ کا انسانی زندگی کی تعمیر و ترقی، اور انسان کو راہِ راست پر لا کر قائم و دائم رکھنے میں اہم کردار رہا ہے۔ نیز اقوام کی تقدیر بدلنے اور اوقات کو کارآمد بنانے میں بھی اس نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا، اور مطالعہ ہی نے لوگوں کے ذہن و دماغ کو کھول کر ان کو بے پناہ معلومات فراہم کیں، اسی کی بدولت دنیا کا ہر فرد ترقی کی منازل طے کرتا ہے اور وقت جیسے قیمتی سرمایہ کو کارآمد بنا کر ضائع ہونے سے بچا لیتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بے شمار فوائد ہیں جنھیں مطالعہ کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے؛ لیکن یہ سارے فوائد اسی وقت حاصل ہوں گے جب کہ مطالعہ کسی ماہر کی رہنمائی میں کیا جائے، مغلق باتوں کی سمجھ اور کتابوں کی درجہ بندی کرنے اور دشوار کن عبارتوں کو ماہرین سے پوچھ کر حل کیا جائے، ورنہ یہی مطالعہ بجائے مفید ہونے کے اتنا مضر ثابت ہوگا کہ ایمان و اعتقاد کو متزلزل کر کے یا شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے چھوڑ دے گا۔ بسا اوقات یہی مطالعہ انسان کو ایسا شدت پسند اور ضدی بنا دیتا ہے کہ وہ غلط افکار و نظریات کو لیے بیٹھا رہتا ہے اور صحیح بات سمجھنے اور ماننے کے لیے کسی بھی قیمت پر تیار نہیں ہوتا۔ نیز مطالعہ کرنے والا خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ میرا وقت کارآمد ہو رہا ہے، بہ نسبت ان لوگوں کے جو بالکل بھی مطالعہ نہیں کرتے۔ یہ شخص مطمئن رہتا ہے، جس کی وجہ سے اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ بغیر رہنمائی کے وہ من مانی طور پر مطالعہ کر کے وہ اپنے اوقات کو ضائع کر رہا ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ جب تک غلطی کا احساس نہ ہو، اصلاح ممکن ہو ہی نہیں سکتی۔ اور یقینی بات ہے کہ ایسے مطالعے سے بجائے فائدے کے بڑے بڑے نقصانات ہی مرتب ہوں گے، جو اور بھی تباہی کا سبب بنیں گے۔ دورِ حاضر میں علمی انحطاط کا ایک سبب جہاں مطالعہ سے عدمِ مناسبت ہے، وہیں غیر مرتب اور غیر منظم طریقے سے بغیر سرپرستی اور راہنمائی کے مطالعہ کرنا بھی ہے، کیونکہ مطالعہ کا اصل مقصود ہی حاصل نہیں ہوگا اور خوش فہمی میں رہ کر مطالعہ کرنے والا اپنے اوقات کو یوں ہی ضائع کرتا رہے گا۔

❶-حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی

سرگزشت اور اب میرا موقف‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’مولانا مودودی قلم کے بادشاہ تھے، ان کے مضامین قوتِ استدلال کے لحاظ سے بہت ہی محکم اور بڑے مؤثر تھے، راقم السطور بھی ان سے غیر معمولی طور پر متأثر ہوا۔‘‘ مولانا مودودی کے ساتھ حضرت نے دو سالہ طویل عرصہ گزارا، اس درمیان حضرت نے ان کی تائید میں مضامین بھی لکھے، لیکن جیسے ہی ان کے نظریات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا حقیقت آشکارا ہوتی رہی، بالآخر بزرگانِ دین سے خط و کتابت کے بعد حقیقتِ حال سے آگاہ کیا اور ان کے مشورے کے مطابق مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی سے بیزاری اور عدمِ اطمینان کا اظہار فرما کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا، اور ماہنامہ ’’الفرقان‘‘ میں ایک اس کا اعلان شائع فرمایا، اسی پس منظر میں حضرت نے مذکورہ بالا کتاب لکھی۔ اس کتاب کے ذریعے حضرت نے امت کو یہ پیغام دیا کہ ہر تحریر اور کتاب کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے، اس لیے کسی بھی کتاب کو زیرِ مطالعہ لانے سے قبل ماہرین اور معتبر علماء سے مشورہ کر لینا چاہیے اور ان کی رہنمائی میں ہی مطالعہ کرنا چاہیے، ورنہ مزاج و قلب میں فرق پڑ سکتا ہے، اور حق و باطل کی پہچان میں ذہنی کش مکش کا شکار ہو سکتے ہیں۔

❷- اس زمانے میں کتابوں کی ریل پیل ہے، مختلف علوم و فنون کی کتابیں بہ کثرت منظرِ عام پر آ رہی ہیں، جن میں نفع بخش اور نقصان دہ دونوں شامل ہیں، اس لیے اس مختصر سی زندگی میں تمام علوم و فنون اور ہر طرح کی تمام کتابوں کا احاطہ ناممکن ہے؛ لہٰذا کتابوں کے انتخاب کے لیے ایک ماہر باذوق راہنما کی ضرورت ہے، کیونکہ کتابوں کا از خود انتخاب کر کے مطالعہ کرنا بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوگا، اس لیے کہ کوئی بھی پڑھی ہوئی چیز خواہ بھلا دی جائے بے کار و بے اثر نہیں رہتی، اپنا اچھا یا بُرا اثر ضرور چھوڑتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقولہ ہے کہ علم کا اِحاطہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا علم میں انتخاب سے کام لو، اور ’’تعلیم المتعلم‘‘ میں لکھا ہے کہ علم کا انتخاب اپنی رائے سے نہ کرے، بلکہ استاذ ہی سے انتخاب کروانا چاہیے، اسی وجہ سے صاحب ہدایہؒ فرماتے تھے کہ پہلے زمانے میں طلبہ اپنے پڑھنے پڑھانے کا معاملہ استاذ پر معلق رکھتے تھے، جس کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے، اور جب خود انتخاب کرنا شروع کر دیا تو علم سے بھی محروم رہنے لگے۔

❸- مطالعہ جو عملی، فکری اور روحانی غذا ہے، اس کا معاملہ زیادہ اہم اور نازک ہے، اس لیے بغیر رہنمائی کے مطالعہ نفس کے گھوڑے پر سوار کر کے چھوڑ دیتا ہے، پھر نفس جدھر چاہے لے جاتا ہے، جیسا کہ حضرت اقدس شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ’’اس زمانے میں مدارسِ عربیہ کے طلبہ میں بھی آزادی آ گئی ہے، کسی کے تابع رہنا نہیں چاہتے، نہ کسی قاعدہ قانون کی پابندی کرنا چاہتے ہیں، خود بینی و خودرائی کے شکار ہو چکے ہیں، ان کے نزدیک نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ بڑا، ان کو کسی کا ادب ہے نہ لحاظ، اپنے نفس کے گھوڑے پر سوار ہیں، جدھر لے جاتا ہے، اُدھر چلے جاتے ہیں، گویا ان پر ان کا نفس مُستولی ہے، طبیعت ان پر غالب ہے،

جو اس کا تقاضا ہوتا ہے اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر سال باوجود صدہا طلبہ کی فراغت کے کام کے عالم نظر نہیں آتے ، غرض قوتِ علمیہ وعملیہ دونوں ہی کا فقدان ہے تو پھر کام ہو تو کیسے ہو؟ العیاذ باللہ۔‘‘

❹- ذوق کے مطابق مطالعہ نہ کیا جائے تو مطالعہ سرسری ہوجاتا ہے، جی بھی نہیں لگتا، بس برائے نام مطالعہ ہوتا ہے، آدھی بات سمجھ میں آتی ہے اور باقی آدھی یوں ہی رہ جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مطالعہ سے قبل کسی کی رہنمائی سے اپنے ذوق کا پتہ نہ لگایا گیا ہو۔

چنانچہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ مدارسِ عربیہ کے طلبہ کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ: ’’کسی کتاب کا سرسری مطالعہ کافی نہیں ہوتا؛ بلکہ اس طرح مطالعہ کریں گویا پوری کتاب کو آپ نے چاٹ لیا ہے۔‘‘ اور فرماتے تھے کہ: ’’ہم نے احمد امین کی ’’فجر الإسلام ، ضحى الإسلام اور ظهر الإسلام‘‘ کو اتنا پڑھا ہے کہ اس کے صفحات از بر ہوگئے، اس دور میں جو سرسری مطالعہ کی عادت ہوگئی ہے، اس سے مطالعہ کرنے والوں کو کما حقہ نفع نہیں پہنچتا۔

❺- اگر مستقل ایک ہی کتاب میں ۲۴ گھنٹے لگائے جائیں تو انسان ذہنی اعتبار سے پریشان ہوجاتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مطالعے میں تنوّع پیدا کیا جائے ، وہ اس طرح کہ جس کتاب کا مستقل مطالعہ کررہے ہیں، اس کو کسی اور کتاب سے بدل لیا جائے یا موضوع تبدیل کرلیا جائے؛ لیکن بغیر رہنمائی کے مطالعہ کرنے والے اس چیز کو فضول اور ضیاعِ وقت سے کچھ کم نہیں سمجھیں گے، حالاں کہ ذہنی پریشانی ان کے مطالعے کے لیے اتنی مضر ثابت ہوگی کہ اس کو ہمیشہ ہمیش کے لیے مطالعہ سے دور کردے گی اور اس درمیان کوئی بات سمجھ میں بھی نہیں آئے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مجلس میں جب اُکتاہٹ محسوس کرتے تو فرماتے کہ شاعروں کے دیوان لے آؤ، اُن کے ذریعے شگفتگی پیدا کرلیتے ہیں۔

❻- بسا اوقات طالب علم غیر نصابی یعنی خارجی کتابوں کے مطالعے میں اتنا مصروف ہوجاتا ہے کہ نصابی کتابیں رہ جاتی ہیں، پتہ چلا کہ مطالعہ تو خوب ہورہا ہے، لیکن بغیر کسی کی رہنمائی کے ہورہا ہے، اس لیے درسیات جو اصل مقصود ہے، اسی میں خلل ڈال کر نقصان ہی اُٹھا رہا ہے۔ یاد رہے زمانۂ طالب علمی میں جو کمی رہ جاتی ہے، وہ جلدی دور نہیں ہوپاتی، لہٰذا ایسا مطالعہ بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتا ہے۔

❼- بغیر رہنمائی کے مطالعہ کرنے والا کتابوں کی درجہ بندی نہیں کرپاتا، مثلاً: ابتداءً ہی اوپر کے درجے کی وہ کتابیں جو ایک مدت کے بعد سمجھ میں آسکتی ہیں، اسے زیرِ مطالعہ لاتا ہے، جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کچھ ہی دنوں میں اُکتا کر مطالعہ ہی چھوڑ بیٹھتا ہے، جیسے: عربی اول کا طالب علم کافیہ کا مطالعہ کرے یا مالا بدمنہ پڑھنے والا ہدایہ یا اس کی شرح کا مطالعہ کرے تو ظاہر سی بات ہے، سمجھ میں تو آئے گا نہیں اور وقت بھی یوں ہی ضائع کرتا رہے گا۔

❽- ناول یا ادبی کتاب، زمانۂ جاہلیت کے اشعار، یہ سب علم کا ایک حصہ حاصل کرنے کے بعد جب ایمان واعتقاد کے ساتھ ساتھ ذہن ودماغ راہِ راست پر چلنے لگے اور برائی کو اچھائی سے ممتاز اور الگ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے تب جا کر ناول یا ادبی کالم اور زمانۂ جاہلیت کے اشعار کو پڑھ کر اس میں سے اچھی چیزوں کو مثلاً انوکھی تعبیرات، ادبی جملے، بہترین منظرکشی کے طریقے کو لے کر اپنی تحریروں کی زینت بنائیں؛ کیونکہ اگر پہلے ہی ان تمام چیزوں کا مطالعہ کیا گیا تو ذہن ودماغ آزاد اور مزاج عاشقانہ ہوجائے گا اور ان کی غلط چیزیں بھی مطالعہ کرنے والے شخص کے دل میں رچ بس جائیں گی، چونکہ دل ایسی باتوں کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کا سبب رہنمائی کے بغیر مطالعہ کرنا ہے۔

❾- من مانی طور پر مطالعہ کرنے سے کم سمجھی یا ناسمجھی کی وجہ سے غلط بات یا واقعہ کے خلاف نقشہ ذہن میں بیٹھ جاتا ہے، یا بات خلط ملط ہوجاتی ہے اور ذہن صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر پاتا ہے، لہٰذا ایسا مطالعہ انتہائی مضر ثابت ہوتا ہے۔

❿- بغیر رہنمائی کے مطالعہ میں مستقل مزاجی اور دوام پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا ایسا مطالعہ سُستی اور کاہلی کا سبب بن کر صلاحیت کو محدود کر دیتا ہے، ہمت وحوصلہ کو پست کر دیتا ہے، اس لیے اس طرح مطالعہ کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔

⓫- مطالعہ انسان کے لیے عمل کی راہ کو آسان کر دیتا ہے، نیز مطالعہ کی عادت انسان کو بہت ساری بے جا مصروفیات سے بچا لیتی ہے، لیکن جب کسی کی رہنمائی میں رہ کر مطالعہ نہ کیا جائے تو یہ جذبہ ہی ختم ہوجائے گا، پھر سوائے نقصان کے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

⓬- سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ مطالعہ کرنے والا خواہ مطالعہ من مانی طور پر اور بغیر کسی کی رہنمائی کے کر رہا ہے، لیکن وہ اپنے متعلق خوش فہمی میں رہتا ہے کہ میں مطالعہ کر کے اپنے اوقات کو کارآمد بنا رہا ہوں، حالاں کہ درحقیقت وہ اپنے اوقات کو ضائع کر رہا ہوتا ہے، اور جب یہ شخص اپنے متعلق خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے تو مطمئن ہونے کی وجہ سے جلدی وہ اپنی غلطی کی اصلاح نہیں کر پاتا، اور یہ سلسلہ ایک لمبے زمانے تک چلتا رہتا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: علوم اور ان کے ماہر علماء کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں ہے کہ نا اہل لوگ اس میں دخل دینے لگتے ہیں، حالاں کہ وہ جاہل ہوتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ علم رکھتے ہیں، اور یہ خیال قائم کرتے ہیں کہ وہ درست کر رہے ہیں، حالاں کہ وہ بگاڑ رہے ہیں۔

⓭- یاد رہے جس طرح علم بغیر استاذ کے خطرات سے خالی نہیں، اسی طرح مطالعہ بغیر رہنمائی کے سخت مضر ہے، کیونکہ بہت سی دقیق عبارات اور اہم مسائل ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ بغیر استاذ کی رہنمائی کے

بالکل بھی سمجھ میں نہیں آپاتے ہیں، اساتذہ کے بغیر حصولِ علم کے مضر اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ اختلاف کے وقت سلف صالحین اور علماء کرام کے لیے غلط زبان استعمال کرتے ہیں اور ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، ان تمام تفصیلات سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حصولِ علم کے لیے استاذ کا ہونا از حد ضروری ہے، اور مطالعہ بھی من جملہ حصولِ علم کے ذرائع میں سے ہے، لہٰذا اس میں بھی رہنمائی ضروری ہے، ورنہ اس مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات نقصان اور خسارہ کا سبب بنیں گی، اس لیے مطالعہ کے لیے بھی ایک باذوق اور ماہر رہنما کی ضرورت ہے، جس کی صحیح رہنمائی سے مطالعہ کی اگلی راہیں ہموار ہونے کے ساتھ ساتھ مفید بھی ہوں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مطالعہ دودھاری تلوار کی طرح ہے، جس کے دو پہلو ہیں، صحیح طور پر کسی کی رہنمائی میں مطالعہ کرنے کے جتنے فوائد ہیں اس سے کہیں زیادہ بغیر رہنمائی حاصل کیے مطالعہ کرنے کے نقصانات ہیں، جیسا کہ اوپر مفصل ومدلل وضاحت گزر چکی ہے۔ اب مطالعہ کرنے والا اگر چاہے تو اسے کارآمد اور نفع بخش بنائے یا نقصان دہ بنائے، لہٰذا پتہ چلا کہ مطالعہ کے لیے کسی کی رہنمائی بہت زیادہ ضروری ہے، ورنہ کی ہوئی تمام تر کوششیں اور محنتیں رائیگاں جائیں گی، اور وقت یوں ہی گزرتا رہے گا، پھر بعد میں کفِ افسوس ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اخیر میں میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مطالعہ کا جذبہ اور شوق عطا فرمائے اور مطالعہ کے نقصانات سے پورے طور پر ہمیں محفوظ ومأمون رکھے۔ (آمین) (بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

مفہومِ قرآن اور مصنوعی ذہانت

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ، (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسان و جنات کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ قرآن پاک کا مفہوم وہی معتبر اور صحیح ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا ہو۔ قرآن پاک کی تفسیر کا کام نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اور ہر کس و ناکس کا یہ کام نہیں کہ وہ محض قرآنی تراجم پڑھ کر عقلی طور پر قرآن پاک کی تفسیر و تشریح کرنے بیٹھ جائے۔ اگر کوئی شخص محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور پھر اس کو منشاء الٰہی قرار دے تو اس کو قرآن دشمنی پر محمول کیا جائے گا۔ نیز اگر کوئی چاہے کہ لغت کی کوئی کتاب لے کر بیٹھ جائے، اور اس میں الفاظ کے معنی دیکھ دیکھ کر قرآن کا مفہوم سمجھنا شروع کرے تو قیامت تک قرآن کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

آج کل مصنوعی ذہانت کا بہت چرچا ہے اور یہ بات عوام میں پھیلائی گئی ہے کہ مصنوعی ذہانت کے سسٹم انسانی ذہانت سے کہیں آگے نکل چکے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کے عنوان سے دین اور دینی علوم کی اساس کو نشانہ بنانے کی کوششیں اپنے عروج پر ہیں۔ باطل قوتوں کی یہ کوشش اور سوچ ہے کہ مصنوعی ذہانت یعنی آرٹیفیشل انٹیلی جنس کا استعمال کرتے ہوئے قرآنِ پاک کی جدید تفسیر و ترجمہ کیا جائے، اس کے لیے براہِ راست اگر یہود و نصاریٰ کو استعمال کیا جائے گا تو مسلمانوں میں اس تفسیر و ترجمۂ قرآن کو مقبولیتِ عامہ نہ مل سکے گی، البتہ اگر یہی تفسیر و ترجمہ کسی مسلمان، بالخصوص برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے کسی مسلمان نے کیا ہو تو اس تفسیر و ترجمۂ قرآن کو برِصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں قبولیت ملنے کے زیادہ امکانات ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں ہی میں سے کچھ صاحبانِ علم، باطل قوتوں اور مستشرقین کے غیر دانستہ طور پر آلہ کار بن رہے ہیں اور مصنوعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے قرآن پاک کی تفسیر و ترجمہ پر کام کر رہے ہیں اور ایسے سوالات اُٹھا رہے ہیں جو کہ بالکل نئی طرز کے ہیں۔ گو کہ ایسے حضرات بڑے اخلاص سے ان باتوں کی ترغیب دیتے ہیں کہ ہم تو مصنوعی ذہانت کی ٹیکنالوجی کو قرآن فہمی کے لیے استعمال کر رہے ہیں

اور مصنوعی ذہانت کو علومِ قرآن میں استعمال کر کے کئی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، مثلاً: اس سے مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام میں علمِ تفسیر میں علمی رسوخ، استعداد اور صلاحیت بڑھے گی، مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ چونکہ ایسے لوگوں کو سائنسی علوم میں رسوخ نہیں، مصنوعی ذہانت کی تکنیکی باریکیوں وخامیوں کا علم نہیں، غالباً اسی وجہ سے وہ نادانستہ طور پر مصنوعی ذہانت کو قرآن فہمی میں استعمال کرنے کو فروغ دے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ملکی و عالمی سطح پر ایسی کوششیں جاری ہیں کہ کس طریقے سے مصنوعی ذہانت کو علومِ قرآنی میں استعمال کیا جائے۔

اس مضمون میں ہم مفہومِ قرآن اور مصنوعی ذہانت سے متعلق کچھ سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کریں گے۔ اول: مصنوعی ذہانت کے علومِ قرآنی میں استعمال سے کیا مراد ہے؟ دوم: مصنوعی ذہانت میں کتنی ذہانت ہے؟ سوم: کیا مصنوعی ذہانت سے قرآن کا صحیح مفہوم سمجھا جاسکتا ہے؟ چہارم: کیا مصنوعی ذہانت سے قرآنِ پاک کا ترجمہ وتفسیر کی جاسکتی ہے اور کیا ایسا ترجمہ وتفسیر مسلمانوں کے نزدیک معتبر ٹھہرے گا؟

مصنوعی ذہانت کے علومِ قرآنی میں استعمال سے مراد

قارئین کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ کمپیوٹر تو سہولت لے کر آیا ہے اور کمپیوٹر کے استعمال سے تو علوم القرآن کی خدمت کی گئی ہے، مثلاً قرآن پاک کی طباعت کے اندر کمپیوٹر کے استعمال سے کس قدر امُت کو فائدہ حاصل ہوا ہے۔ کمپیوٹر کے استعمال سے کسی خاص آیت، مضمون، یا حرف کو قرآن پاک میں ڈھونڈ نا کتنا آسان ہوگیا ہے۔ لیپ ٹاپ یا موبائل فون پر قرآن پاک کی کوئی ایپلی کیشن کھولیے، کسی بھی آیت تک سیکنڈوں سے بھی کم وقت میں پہنچ جایئے، اُس آیت کا شانِ نزول اور تفسیر مع حوالہ جات دیکھے جاسکتے ہیں۔ کمپیوٹر کی مدد سے مختلف قراءات میں قرآن کی تلاوت سنی جاسکتی ہے۔

مصنوعی ذہانت میں ہونے والی ترقی کو مختلف طریقوں سے علوم القرآن میں استعمال کیا جارہا ہے، مثلاً مختلف قاری حضرات کی تلاوت آڈیو میں موجود ہو تو مصنوعی ذہانت کے ذریعے پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ کون سی قراءۃ کس قاری نے کس لہجے میں کی ہے۔ آج کل تو مصنوعی ذہانت کے ایسے سافٹ ویئر دستیاب ہیں جس میں اگر کوئی شخص قرآن پاک کی تلاوت کرے تو کمپیوٹر یا موبائل اسکرین پر وہ سافٹ ویئر تلاوت کی گئی قرآنی آیات لکھنا شروع کردے گا، جیسے جیسے وہ شخص تلاوت کرتا جائے گا، کمپیوٹر اسکرین پر وہ قرآنی آیت لکھتی چلی جائے گی، اگر کہیں غلطی ہوگی تو اس کی نشاندہی کردے گی۔ اس طرح کے سافٹ ویئر بنانے والے یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ اُن کی تیار کردہ ایپلی کیشن قرآن پاک حفظ کرنے والوں کو حفظِ قرآن میں مدد فراہم کرے گی۔ نیز مصنوعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے اگر کوئی قاری کسی آیت کے پہلے حصے کی تلاوت کررہا ہے تو اگلہ جملہ یا لفظ کون سا آئے گا، یہ صلاحیت بھی آج کل سافٹ ویئر کے اندر موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر مصنوعی ذہانت سے قرآن پاک سے متعلق مختلف آراء، تفاسیر اور تراجم، چندلمحوں میں ہمارے سامنے

آجاتے ہیں، بلکہ یہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر ان کا تجزیہ بھی پیش کردیتے ہیں۔

مصنوعی ذہانت سے متاثر ہوکر بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ: ''مصنوعی ذہانت ہمیں قرآن کے ایسے پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد کرسکتی ہے جو پہلے اوجھل تھے۔ اس سے ہر زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا جاسکتا ہے، جس سے دنیا بھر کے لوگ قرآن کو اپنی زبان میں سمجھ سکتے ہیں۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے علومِ قرآنی میں استعمال سے ہماری کیا مراد ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت کو علوم القرآن میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو پھر مفتیانِ کرام اس کی حُدود و قیود کیا بتاتے ہیں؟ اگر نہیں کیا جاسکتا تو کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ نیز بطور کمپیوٹر سائنسدان ہم کیوں یہ کہہ رہے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کو دینی علوم بالخصوص قرآنِ پاک کی تفسیر و ترجمہ کے لیے ہرگز ہرگز استعمال نہ کیا جائے؟ قارئین کو یہ واضح رہنا چاہیے کہ مصنوعی ذہانت کو علوم القرآن میں ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر خود سے مواد بنارہے ہوتے ہیں۔ ''خود سے مواد'' بنانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر میں کوئی اشرف المخلوق انسانوں جیسی تخلیقی صلاحیت و ذہانت آگئی ہے، بلکہ مصنوعی ذہانت کے سسٹم، بالخصوص، لارج لینگوئج ماڈلز، چونکہ ''اگلے ٹوکن کی پیشن گوئی'' کی بنیاد پر کام کرتے ہیں، یعنی اگلے جملوں کی پیشین گوئی کررہے ہوتے ہیں، لہٰذا ان سافٹ ویئر کا کام کرنا قطعی طور پر بھی انسانوں کے سوچنے، سمجھنے اور انسانی ذہانت کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ الغرض، سائنسدانوں اور مصنوعی ذہانت کے ماہرین کے مطابق مصنوعی ذہانت کے ان کمپیوٹر پروگرامز کو انسانی ذہانت کے برابر تسلیم کرنا سائنسی و تکنیکی طور پر درست نہیں۔

جب ہم مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئرز سے قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر یا خلاصہ وتجزیہ کروارہے ہوتے ہیں تو دراصل مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر یہ ترجمہ، تفسیر یا تجزیہ ''اگلے حُروف کی پیشین گوئی'' کی بنیاد پر کرتے ہیں اور اس ترجمہ، تفسیر، تجزیہ، خلاصہ وغیرہ سے عام انسان کو یہ تأثر ملتا ہے کہ یہ سافٹ ویئر خود سے کوئی بہت ہی زیادہ ذہانت والا مواد تخلیق کررہے ہیں۔ دیکھیے! اگر کمپیوٹر میں ہم قرآن پاک کی کئی عربی تفاسیر مثلاً تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، اور تفسیر ابی السعود اور پھر متاخرین علماء کی اردو تفاسیر مثلاً معارف القرآن، بیان القرآن، تفسیر عثمانی، اور آسان تفسیرِ قرآن از حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم مہیا کردیں اور پھر کوئی کسی آیت کا کمپیوٹر سے ترجمہ پوچھے اور پھر کمپیوٹر' مصنوعی ذہانت کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں اس آیت کی تفسیر اور ترجمے ان تمام پہلے سے کمپیوٹر کو مہیا کی گئی تفاسیر سے لاکر دکھادے تو علمائے کرام کے مطابق ایسا کرنا درست ہے اور اس طرح سے کمپیوٹر اور مصنوعی ذہانت سے علوم القرآن میں استفادہ کرنا درست ہے۔ اس کے برعکس اگر مصنوعی ذہانت کے پروگرامز کمپیوٹر میں مہیا

کی گئی تمام تفاسیر، حتیٰ کہ پوری دنیا میں قرآن پاک کی جتنی تفاسیر آج تک لکھی گئیں ہیں، ان سب سے استفادہ کرے، اور پھر مصنوعی ذہانت خود سے ''آگےحُروف کی پیشین گوئی'' کی بنیاد پر اپنا تخلیق کردہ ترجمہ و تفسیر تیار کرے تو علمائے کرام کے مطابق ایسی کوئی بھی کوشش کسی بھی درجے میں قابلِ قبول نہیں۔ بس آج کل کے مصنوعی ذہانت کے پروگرامز وسافٹ ویئر مثلاً چیٹ جی پی ٹی وغیرہ کی یہی وہ صلاحیت اور طریقہ کار ہے، جس کی جانب ہم اپنے اس مضمون میں قارئین کو توجہ دلا رہے ہیں۔

مصنوعی ذہانت میں کتنی ذہانت ہے؟ کیا مصنوعی ذہانت انسانی ذہانت سے تجاوز کر جائے گی؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت میں کتنی ذہانت ہے؟ اور کیا مصنوعی ذہانت کے سسٹم انسانی ذہانت سے کہیں آگے نکل چکے ہیں یا نکلنے والے ہیں اور کیا مصنوعی ذہانت کے پروگرام (اور روبوٹس یا مشین) مستقبل میں اتنی ذہین ہوجائیں گی کہ انسانیت کو اس سے خطرہ لاحق ہوجائے گا؟ ان سوالات کا جواب ہم مصنوعی ذہانت کے ماہرین کمپیوٹر سائنسدانوں کی آراء کو سامنے رکھ کر سمجھتے ہیں۔

آج کل جو مصنوعی ذہانت کا چرچا ہمیں نظر آتا ہے، اس کی تکنیکی اساس اور بنیادیں رکھنے والے سائنسدانوں میں پروفیسر یان لی کن Professor Yann LeCun شامل ہیں۔ یہ پروفیسر ان کمپیوٹر سائنسدانوں میں شامل ہیں، جن کے سائنسی تحقیقی کاموں کی بدولت انہیں ''بابائے مصنوعی ذہانت'' بھی کہا جاتا ہے۔ انہیں کمپیوٹر سائنس کی دنیا کا سب سے بڑا ایوارڈ یعنی ٹیورنگ ایوارڈ Turing Award سن ۲۰۱۸ء میں دیا گیا۔ ٹیورنگ ایوارڈ کو کمپیوٹر سائنس کا نوبل پرائز بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کمپیوٹر سائنسدان دراصل ''نیورل نیٹ ورک'' مصنوعی ذہانت کا ایک شعبہ کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں، جس کی بنیاد پر بغیر ڈرائیور کے چلنے والی گاڑیاں Self-Driving Car اور چیٹ جی پی ٹی کام کرتے ہیں۔ پروفیسر یان لی کن فرانسیسی نژاد امریکی کمپیوٹر سائنسدان ہیں اور نیویارک یونیورسٹی امریکہ میں اپنی خدمات انجام دیتے آئے ہیں۔ یہ میٹا کمپنی (فیس بک کا نیا نام) میں چیف آے آئی سائنٹسٹ ہیں۔ اس کے ساتھ یہ اے سی ایم فیلو ACM Fellow بھی ہیں۔ نیچر جرنل، جو کہ دنیا کے بہترین سائنسی جرائد میں سے ایک سائنسی جریدہ ہے، میں ان کا ۲۰۱۵ میں چھپنے والا ''ڈیپ لرننگ'' کے موضوع پر سائنسی تحقیقی مقالہ مصنوعی ذہانت کے بنیادی مآخذ میں سے ایک ہے، جس کو سائنسی دنیا میں بہت زیادہ پذیرائی ملی۔

مشہور کاروباری شخصیت اور سرمایہ کار ایلون مسک، جو کہ ٹیسلا اور اسپیس ایکس کے بانی بھی ہیں، سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کچھ ہی عرصے میں لارج لینگوئج ماڈلز جیسے چیٹ جی پی ٹی انسانی ذہانت کو پیچھے چھوڑ دے گی، جسے ''آرٹیفیشل جنرل انٹیلی جنس'' Artificial General Intelligence

یعنی ''مصنوعی عمومی ذہانت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ مصنوعی ذہانت اور روبوٹس اتنے ذہین ہوجائیں گے کہ ان کو کنٹرول کرنا انسان کے بس سے باہر ہوجائے گا، جبکہ اس کے برعکس پروفیسر یان لی کن کہتے ہیں:

''Many of them are banking on the idea that today's large language model-based AIs, like those from OpenAI, are on the near-term path to creating so-called ''artificial general intelligence,'' or AGI, that broadly exceeds human level intelligence.

OpenAI's Sam Altman last month said we could have AGI within ''a few thousand days.'' Elon Musk has said it could happen by 2026.

LeCun says such talk is likely premature. When a departing OpenAI researcher in May talked up the need to learn how to control ultra-intelligent AI, LeCun pounced. ''It seems to me that before 'urgently figuring out how to control AI systems much smarter than us' we need to have the beginning of a hint of a design for a system smarter than a house cat,'' he replied on X.''

''مجھے ایسا لگتا ہے کہ فوری طور پر یہ معلوم کرنے سے پہلے کہ مصنوعی ذہانت کے پروگرامز جو کہ ہم انسانوں سے زیادہ ذہین ہوں کو کیسے کنٹرول کیا جائے، ہمیں ضرورت ہے کہ کوئی ایسا اشارہ ملے کہ کس طریقے سے ایسا مصنوعی ذہانت کا نظام بنایا جائے جس میں گھریلو بلی جتنی ذہانت ہو۔''

پروفیسر یان لی کن کہتے ہیں گو کہ مصنوعی ذہانت کے کمپیوٹر پروگرامز (الگورتھم) بہت طاقتور ہیں، مگر وہ نہیں سمجھتے کہ مصنوعی ذہانت سے انسانیت کو کوئی خطرہ لاحق ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ موجودہ مصنوعی ذہانت کسی بھی معنوں میں ذہین نہیں ہے۔[1] نہایت اہم بات یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت کے کمپیوٹر پروگرامز (الگورتھم) بنانے والے ہی یہ کہتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کے اندر ایک عام سے جانور یعنی بلی جتنی بھی ذہانت نہیں ہے۔

''LeCun also has publicly disagreed with Hinton and Bengio over their repeated warnings that AI is a danger to humanity.

At the same time, he is convinced that today's AIs aren't, in any meaningful sense, intelligent.

He likes the cat metaphor. Felines, after all, have a mental model of the physical world, persistent memory, some reasoning ability and a capacity for planning, he says. None of these qualities are present in today's ''frontier'' AIs, including those made by Meta itself.

Today's models are really just predicting the next word in a text, he says. But they're so good at this that they fool us. And because of their enormous memory capacity, they can seem to be reasoning, when in fact they're merely regurgitating information they've already been trained on.''[۲]

''گھریلو پالتو بلی کے اندر جو صلاحیت، صفات، اور ذہانت پائی جاتی ہے، مثلاً کہ وہ اپنے دماغ میں حقیقی دنیا کا ایک ماڈل بناتی ہے، اس کی قائم رہنے والی یادداشت، اس کی استدلال کی صلاحیت، اور منصوبہ بندی کی استعداد، یہ سب چیزیں مروجہ مصنوعی ذہانت کے ماڈلز میں نہیں پائی جاتیں، حتی کہ ''میٹا'' کمپنی کے اپنے بنائے گئے ماڈلز میں بھی نہیں۔''

''آج کل کے مصنوعی ذہانت کے ماڈلز صرف متن کے اگلے حروف کی پیشین گوئی کرتے ہیں، لیکن وہ ایسا کرنے میں اتنے اچھے ہیں کہ وہ ہمیں بیوقوف بناتے ہیں، اور ان کی یادداشت کی بہت زیادہ صلاحیت کی وجہ سے، وہ استدلال کرتے دکھائی دے سکتے ہیں، جبکہ درحقیقت وہ معلومات کو محض اُگل رہے ہوتے ہیں (یعنی معلومات کو دُہرا رہے ہوتے ہیں، بغیر تجزیہ یا سمجھے ہوئے) جس پر وہ پہلے ہی تربیت پا چکے ہوتے ہیں۔''

مصنوعی ذہانت اور ذہانت کی آخری انتہا؟

مصنوعی ذہانت کے پروگرامز کی کتنی استعداد اور صلاحیت ہے؟ اور اس مصنوعی ذہانت کی آخری انتہا کیا ہوسکتی ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس انگریزی کی ایک سب سے بڑی ڈکشنری (قاموس، لغت، فرہنگ) موجود ہے، جس میں انگریزی زبان کے تمام حروف والفاظ موجود ہوں تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ پوری دنیا میں آج تک جتنا بھی مواد انگریزی زبان میں لکھا اور بولا گیا، وہ اس ڈکشنری میں موجود لفظوں کے ہیر پھیر (یعنی ایک خاص ترتیب سے ان لفظوں اور حرفوں کو قواعدِ زبان یعنی گرامر کے حساب سے یکجا کرنا) سے ہی لکھا اور بولا گیا ہے؟ یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزی زبان میں آج تک جتنے ناول، افسانے، اشعار، سفر نامے، مکتوبات، تدریسی کُتب، تحقیقی کُتب، سوانح، اور ڈرامے وغیرہ لکھے گئے ہیں، انہیں اس ڈکشنری میں موجود لفظوں کی مدد سے ہی تحریر کیا گیا ہے، مگر ہم یہ دیکھیں گے کہ اس انگریزی تحریر کا لکھنے والا

مصنف کون ہے؟ اس کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟ اس کا علمی مقام کیا ہے؟ اس کا تجربہ کیا ہے؟ اور وہ اپنے لکھے ہوئے مضمون پر کتنا اختصاص رکھتا ہے؟ اس کی لکھی گئی تحریر کی قانونی حیثیت کیا ہے؟

اگر کوئی آسکر وائلڈ کی تحریروں کو یہ کہہ کر مسترد کردے کہ اس کی تحریروں میں کیا کمال ہے؟ صرف انگریزی ڈکشنری کے لفظوں کے ہیر پھیر سے ہی تو آسکر وائلڈ نے اپنی تحریریں لکھیں ہیں، تو کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کرے گا؟ اسی طریقے سے کوئی بخاری شریف کے بارے میں معاذ اللہ! یہ کہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ کا بخاری شریف لکھنے میں کیا کمال ہے؟ یہ تو صرف عربی قاموس کے لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ اس طریقے کی بات کہنا کفر تک لے جاتی ہے۔ اگر کوئی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی ''صحیح مسلم'' پر شہرۂ آفاق شرح ''فتح الملهم'' کے بارے میں یہ کہے کہ یہ تو صرف عربی قاموس کے لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ اسی طریقے سے کوئی یہ کہے کہ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے جو ۱۹۷۶ میں اس شرح کی تکمیل کا کام ''تكملة فتح الملهم'' کے نام سے شروع کیا اور اُٹھارہ سال نو مہینے کے بعد ۳؍اگست ۱۹۹۴ء کو ''تكملة فتح الملهم'' کا کام چھ جلدوں کی صورت میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ (حوالہ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، نوائے وقت، ۸ جنوری ۲۰۲۱) اس میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے کیا کمال کیا؟ یہی کام تو مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر بہت ہی قلیل عرصے میں انجام دے لیں گے، آپ صرف ان مصنوعی ذہانت کے کمپیوٹر پروگرامز کو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی تحریر کا اسلوب بتادیجئے، پھر دیکھئے ان سافٹ ویئر کا کمال، کیسے وہ اس شرح کی تکمیل کرتے ہیں۔ قارئین یاد رکھیں کہ ہم یہ فرضی باتیں نہیں کہہ رہے، بلکہ اسی دنیا میں ایسے صاحبِ علم حضرات موجود ہیں جو یہ باتیں کہتے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ قرآن پاک کی تفسیر سے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں، معاذ اللہ۔

دیکھیے! قرآن پاک کے متعلق بھی تو کچھ لوگ یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی تو ڈکشنری کے لفظوں پر مشتمل ایک تحریر ہے، مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ قرآن پاک کو دنیا کی تمام تحریروں پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ یہ ڈکشنری کے لفظوں کا ہیر پھیر نہیں، بلکہ یہ ''کلام اللہ'' ہے۔ قرآن پاک کے ہر ہر لفظ کی عظمت ہے، اسی لیے ''قرآنِ مجید مصحف میں دیکھ کر پڑھنا افضل ہے، اس لیے کہ مصحف کو دیکھنا، اس کو چھونا اور اس کو اُٹھانا، یہ اس کا احترام ہے، اور اس میں معانی میں زیادہ تدبر کا موقع ملتا ہے، نیز اس میں ادب بھی زیادہ ہے۔'' (حوالہ: دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن) نیز ''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسان وجنات کی رہنمائی کے لیے آخری نبی حضور اکرم ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمایا۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں۔ قرآن کریم لوحِ محفوظ میں ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے ملأ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تحریر ہیں، وہ کسی بھی تبدیلی سے محفوظ ہونے کے

ساتھ شیاطین کے شر سے بھی محفوظ ہیں، اس لیے اس کو لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے۔ اس کی شکل وصورت وحجم کیا ہے؟ ہم نہیں جانتے، مگر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔'' (حوالہ: مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی، قرآن کریم کا تعارف اور ہماری ذمہ داری، ماہنامہ بینات، اپریل-مئی ۲۰۲۰)

اسی طریقے سے احادیث مبارکہ کے متعلق بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ صرف ڈکشنری کے لفظوں کے ہیر پھیر سے کلام بنایا گیا ہے، مگر یہ کہنا درست نہیں، کیونکہ عام محدثین کی اصطلاح میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہر چیز کو حدیث کہا جاتا ہے۔ (حوالہ: دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)، جبکہ ایک عام آدمی حدیث سے یہ مراد لیتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کلام ہے۔ اسی طریقے سے فقہائے کرام کے اقوال پر بھی کوئی یہ غلط منطق لگا سکتا ہے۔ آج کل کے مروجہ عالمی قوانین کی مثال لے لیتے ہیں، کوئی یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ امریکہ، برطانیہ، فرانس، اور پاکستان کے آئین بھی تو اسی ڈکشنری کے لفظوں کی مرہونِ منت ہیں، مگر ان ملکوں کے آئین کی قانونی حیثیت سب کو معلوم ہے۔ اسی طریقے سے سپریم کورٹ سے جاری ہونے والے فیصلے بھی تو اسی ڈکشنری کے لفظوں کی ہیر پھیر ہیں، مگر ان لفظوں کی اپنی افادیت، اثر اور قانونی حیثیت ہے۔ دیکھیے! اگر کسی جرم کی سزا میں سپریم کورٹ کا جج فیصلہ کرتا ہے اور مجرم کو عمر قید کی سزا ملتی ہے تو کیا کوئی اس سزا کو ٹال دے گا؟ اور کہے گا کہ یہ تو محض ڈکشنری کے لفظوں کا ہیر پھیر ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ اس سپریم کورٹ کے جج کی اس تحریر کی اپنی ایک قانونی حیثیت ہے اور اس تحریر کا ایک اثر پڑتا ہے اور ایک مجرم کو عمر قید کی سزا ملے گی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہم مصنوعی ذہانت کے پروگرام مثلاً چیٹ جی پی ٹی سے اسی طریقے کا فیصلہ لکھوا لیتے ہیں جو کہ اس سپریم کورٹ کے جج کے فیصلے کے متن سے شاید زیادہ فصیح وبلیغ ہو، مگر کیا اس تحریر کی کوئی قانونی، اخلاقی، سیاسی، اور علمی وعملی حیثیت ہوگی؟ نہیں! بس اسی طریقے سے کلام اللہ، احادیثِ مبارکہ، فقہائے کرام کے اقوال اور دیگر اہم تحریروں کو ہم چیٹ جی پی ٹی سے لکھوا کر اصل کلام اللہ، اصل احادیثِ مبارکہ، اور اصل فقہائے کرام کے اقوال کے مساوی ہرگز ہرگز قرار نہیں دے سکتے۔ جو لوگ مصنوعی ذہانت اور چیٹ جی پی ٹی سے حد درجہ تک متاثر ہیں تو کیا وہ لوگ خود اپنی عملی زندگی میں بھی اس کو ہر شعبے میں استعمال کرتے ہیں؟ کیا ایسے لوگوں نے ڈاکٹر وسرجن کے پاس جانا چھوڑ دیا؟ کیا اپنے قانونی معالات کے تَصْفِیَہ کے لیے کورٹ کچہریوں میں جانا چھوڑ دیا؟ کیا گھر میں پلمبر، الیکٹریشن، اور بڑھئی کو بلوانا چھوڑ دیا؟ کیا اپنے بچوں کو یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے روک دیا؟ یقیناً ایسے لوگ بھی اپنے سارے کام چیٹ جی پی ٹی سے نہیں کرواتے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ دینی علوم کو ہی اپنا تختۂ مشق بناتے نظر آتے ہیں؟

اس اُمت نے منکرینِ حدیث کا فتنہ بھی دیکھا ہے۔ انکارِ حدیث کا عبرتناک انجام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

’’حدیث پر اعتماد نہ کرنے والوں کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ذاتِ نبوی ﷺ یا پوری امت میں سے ایک کو نا قابلِ اعتماد قرار دینا ہوگا، استغفر اللہ۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ زید کا کلام عمرو نقل کرے، سننے والے کو زید کے صدق کا یقین ہو اور عمرو پر اعتماد ہو کہ وہ نقل میں جھوٹا نہیں، لیکن اس کے باوجود کہے کہ یہ کلام جھوٹا ہے۔ بہر حال یہاں یہ سوال کسی خاص حدیث کا نہیں، بلکہ مطلق حدیث کا ہے۔ جب اس کا انکار کیا جائے گا اور اسے نا قابلِ اعتماد قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں یا خود صاحبِ حدیث ﷺ کی ذات سے اعتماد اُٹھانا ہوگا یا پوری امت کو غلط کار اور دروغ گو کہنا ہوگا۔ انکارِ حدیث کی تیسری کوئی صورت نہیں، اور ان دونوں کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اگر معاذ اللہ! خود صاحبِ حدیث ﷺ یا چودہ سو سالہ امت سے اعتماد اٹھا لیا جائے تو اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ اسلام اور قرآن پر بھی ان کا اعتماد نہیں، اور دین و ایمان کے ساتھ بھی ان کا کچھ واسطہ نہیں۔ ان احادیثِ رسول ﷺ کے متعلق بے اعتمادی کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال دل میں نہ لانا چاہیے کہ اس تمام ترسعی مذموم کے باوجود وہ اسلام اور قرآن کو بے اعتمادی کے جھگڑے سے محفوظ رکھ سکیں گے۔‘‘ (حوالہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، انکارِ حدیث کیوں؟ ماہنامہ دار العلوم، شمارہ ۹-۱۰، جلد: ۹۴، رمضان، ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ مطابق ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء)

کلام اللہ شریف یا احادیث کی صحیح سمجھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آئی، نیز آج کا انسان قرآن و حدیث کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ نہیں سمجھ سکتا، لہٰذا ہمیں ہر صورت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کرنا پڑے گا، ورنہ ہم گمراہی کے دلدل میں پھنس جائیں گے۔ اگر کوئی یہ ترغیب دے کہ مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ وہ کسی حدیث کی تشریح کردے، اس کا سیاق و سباق بیان کردے، اس سے مسائل کی تخریج کرلے تو یہ بات بالکل غلط ہوگی، کیونکہ مشین کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ سمجھ نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مصنوعی ذہانت کی مشینوں نے حضور پاک ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔ لہٰذا مفتیانِ کرام کے مطابق مصنوعی ذہانت کے پروگرامز کو علومِ وحی کے سمجھنے، سیکھنے سکھانے اور ترویج و اشاعت کے لیے ہرگز ہرگز استعمال نہ کیا جائے، بلکہ جو ’’خیر القرون‘‘ میں طریقہ کار اختیار کیے گئے ہیں، یعنی ’’سینہ بہ سینہ علوم کی منتقلی‘‘ اور ’’سند‘‘، انہی پر انحصار اور انہی کے ذریعے دینی علوم کو اگلی نسل تک منتقل کرنا چاہیے۔

قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر کا کام انسانوں نے انجام دیا ہے۔ بڑے بڑے مفسرین نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے، مگر وہ لوگ اللہ کے ولی تھے، دینی علوم میں مہارت رکھتے تھے، اور ان میں تقویٰ و للّٰہیت تھی۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے عقل لڑا کر قرآن کا ترجمہ و تفسیر کی، وہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ لہٰذا جن لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اپنی رائے پر ترجمہ و تفسیر کیا، ان لوگوں میں للّٰہیت، اتباعِ سنت، تقویٰ اور سینہ بہ سینہ علوم کی منتقلی نہیں ہوئی تھی، اسی وجہ سے ان کے ترجمہ و تفسیر کو اُمت نے بحیثیتِ

مجموعی تسلیم نہیں کیا۔ آج کے دور میں اگر کوئی مصنوعی ذہانت کے پروگرامز سے یہ توقع رکھتا ہے کہ ان سے ہم قرآن پاک کا ترجمہ، تفسیر، خلاصہ اور کسی آیت سے حکم نکال سکتے ہیں تو ایسا کرنا غیر مناسب ہوگا۔

قرآن پاک کا مفہوم وہی معتبر اور صحیح ہوگا جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا ہو۔ قرآن پاک کی تفسیر کا کام نہایت احتیاط کا متقاضی ہے اور ہر کس و ناکس کا یہ کام نہیں کہ وہ محض قرآنی تراجم پڑھ کر عقلی طور پر قرآن پاک کی تفسیر وتشریح کرنے بیٹھ جائے۔ اگر کوئی شخص محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور پھر اس کو منشاء الٰہی قرار دے تو اس کو قرآن دشمنی پر محمول کیا جائے گا۔ مفہوم القرآن کی مزید وضاحت درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

’’نہ یہ کہ بعض عقلیت زدہ متجددین کی طرح اپنی خالص ذہنی پرواز اور عقلی کاشت کو ادیبانہ وشاعرانہ رنگ آمیزیوں کے ذریعے بیان کرنے کا نام ’’مفہوم القرآن‘‘ رکھ دیا جائے، اس لیے کہ قرآن فہمی کے لیے اگر ایسی ہی کھلی چھٹی ہوتی اور ہر شخص کو اختیار ہوتا کہ وہ محض اپنی عقل کے بل بوتے پر قرآن کا مفہوم سمجھے اور جو مفہوم سمجھے بلا تکلف اس کو منشاء الٰہی قرار دے، اور فی الواقع وہ منشاء الٰہی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمانے کے لیے ایک رسول کا واسطہ کیوں بنایا؟ کیا اللہ اس پر قادر نہ تھا کہ وہ اپنی کتاب کو یکا یک زمین پر اُتار دیتا؟ اور اس کا ایک نسخہ ہر فرد بشر کے پاس آپ سے آپ پہنچ جاتا؟ اگر وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا تو عاجز تھا؟ پھر ایسی عاجز ہستی کو خدا ہی کیوں مانیے؟ اور اگر وہ قادر تھا اور یقیناً قادر تھا تو اس نے اپنی اس کتاب کی نشر واشاعت کا یہ ذریعہ کیوں نہ اختیار کیا؟ یہ تو بظاہر ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوسکتا تھا، کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بین خوارقِ عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ ہدایت خدا کی طرف سے آئی ہے، لیکن خدا نے ایسا نہ کیا، اور محمد رسول اللہ ﷺ کے توسط سے اپنی یہ کتاب بھیجی، ایسا کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب خود قرآن دیتا ہے، وہ ہمیں بتاتا ہے کہ خدا نے جتنے رسول بھیجے ہیں، ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا کہ وہ فرامین خداوندی کے مطابق حکم دیں، اور ان کے احکام کی اطاعت کریں، وہ الٰہی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور لوگ انہی کے نمونہ کو دیکھ کر اس کا اتباع کریں۔‘‘ (حوالہ: خُلاصہ مضامینِ قرآنی، صفحہ: ۱۹، تالیف: مولانا سلیم الدین شمسی، جمع وترتیب واضافات: مولانا عمر انور بدخشانی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، جنوری ۲۰۲۴ء)

محض لغت کی بنیاد پر تفسیرِ قرآن

جب محض لغت کی بنیاد پر قرآن پاک کی تفسیر کی بات آئے گی تو بہت بڑی خامی وخرابی پیدا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ فہم رسول اور ایک عام آدمی کی فہم کو ایک ہی سطح پر لا کھڑا کیا گیا ہے۔ پھر جب کوئی مصنوعی ذہانت کے ذریعے قرآن پاک کی تفسیر کرنے کی کوشش کرے گا تو مزید خرابی ہوگی، کیونکہ مصنوعی ذہانت میں

فہمِ رسول کو ایک عام انسان سے بھی نیچے لے جا کر کمپیوٹر (مشین) کی فہم کے برابر لا کھڑا کیا گیا ہے۔ اور کمپیوٹر (مشین) کی یہ فہم انسان کی فہم سے زیادہ نہیں ہوسکتی، کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور انسان ہی نے مشین اور مصنوعی ذہانت کے الگورتھم (پروگرامز) بنائے ہیں۔ دیکھیے! جب مصنوعی ذہانت کے ذریعے کمپیوٹر کو پروگرام کیا جائے گا تو اس کے پاس کیا طریقہ کار ہوگا کہ وہ اس کے ذریعے قرآن پاک کی تفسیر بیان کرے؟ مصنوعی ذہانت کی بنیاد پر کی گئی ایسی تفسیر لغت کا حل تو ہوسکتی ہے (وہ بھی غلطیوں سے بھری ہوئی) مگر کلامِ الٰہی کی تشریح نہیں۔ مزید وضاحت درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

''کیونکہ اگر کوئی چاہے کہ لغت کی کوئی کتاب لے کر بیٹھ جائے، اور اس میں الفاظ کے معنی دیکھ دیکھ کر قرآن کا مفہوم سمجھنا شروع کرے تو قیامت تک قرآن کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا، کیونکہ دنیا کی ساری زبانوں کی طرح بلکہ ان سے کہیں زیادہ عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی کے لحاظ سے سرمایہ دار ہیں، یعنی عربی کا ایک ایک لفظ اپنے اندر چار چار اور پانچ پانچ معنی رکھتا ہے، اس بنا پر ایسا کرنے والا اپنے ذوق ومزاج اور اپنی پسند ورجحان کے مطابق کوئی ایک معنی اخذ کرے گا، پھر کیا کوئی ایسا حتمی ذریعہ ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرسکے کہ یہی معنی و مفہوم فی الواقع منشاء الٰہی ہے؟ یہ صرف رسول کرسکتا ہے جو مہبطِ وحی ہوتا ہے، اس لیے وہ اپنے قول وعمل سے قرآن کریم کا جو مفہوم بتائے گا، حقیقتاً اور بالیقین وہ منشاء ومرادِ الٰہی ہوگا، اس بنا پر اطاعتِ الٰہی کی واحد شکل اتباعِ رسول ٹھہری، رسول کی یہی وہ ذمہ داری تھی جس کا اعلان قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے کہ: ترجمہ: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ اس نے ان میں ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' (حوالہ: سورۃ آل عمران، آیت: ۱۶۴)

پھر ایسا شخص جو حدیث وسنت کو نظر انداز کر کے قرآن فہمی کو ممکن بناتا ہے، وہ دراصل فہمِ رسول اور ایک عامی انسان کی فہم کو ایک ہی سطح پر لا کھڑا کرتا ہے، اور اپنے اس طرزِ عمل سے گویا وہ خم ٹھونک کر آتا ہے، اور کہتا ہے کہ آپ بھی ایک آدمی اور میں بھی ایک آدمی، جس خالق نے آپ کو پیدا کیا، اسی خالق نے مجھے پیدا کیا، بشریت کے جو جذبات وداعیات اور جو قوتیں اور صلاحیتیں اور تفکر وتعقل کی جو قابلیتیں خدا نے آپ کو دیں، وہ مجھے بھی دیں، لہٰذا قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر کا مجھے بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کو، بلکہ ایٹم اور اسٹپنگ کے اس دورِ ارتقا میں فہمِ رسول (نعوذ باللہ) پرانی ہوچکی ہے۔ اب تو . . . . . . مے اور ہے، جام اور ہے جم اور۔

لیکن ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ رسول کی فہم محض ایک بشر کی فہم نہ تھی، اور رسول کی تعلیم کتاب ''تاج العروس'' اور ''لسان العرب'' وغیرہ عربی لغت دیکھ دیکھ کر نہ تھی، بلکہ از روئے وحی تھی، بس اس فرق کے ساتھ کہ الفاظ کی وحی کا تعلق ''يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ'' کے ساتھ ہے، اور اس کی بعینہٖ تبلیغ پر رسول مامور تھے: ''بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ'' اور ان الفاظ کے معنی اور منشاء الٰہی کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ

اپنے الفاظ کا انتخاب فرما سکتے ہیں اور جہاں موقع وضرورت ہوتی قول کے ساتھ عمل کر کے بھی بتاتے تھے۔''

(حوالہ: خلاصہ مضامینِ قرآنی، صفحہ: ۲۱، تالیف: مولانا سلیم الدین شمسی، جمع وترتیب واضافات: مولانا عمر انور بدخشانی، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، جنوری ۲۰۲۴ء)

کیا مصنوعی ذہانت کے حامل کمپیوٹر کی ذہانت ایک بشر کی ذہانت کے برابر ہوسکتی ہے؟ اور کیا کسی عام بشر کی فہم ایک رسول کی فہم کے برابر ہوسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! قرآن فہمی وتفسیر کے لیے حدیث و سنت، صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کے اقوال ضروری ہیں۔

خلاصۂ مضمون

مصنوعی ذہانت اور خاص طور پر ایل ایل ایم (چیٹ جی پی ٹی وغیرہ) کے حوالے سے یہ بات پیش کی جارہی ہے کہ ایل ایل ایم کے ذریعے پوری دنیا کے ڈیٹا (مواد) تک رسائی ہوگئی ہے اور اس سے وہ چیزیں وجود میں آرہی ہیں کہ انسانی عقل دنگ ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اگر پوری دنیا کی مخلوقات یعنی جن و انس مل جائیں، جن میں اولیاء اللہ، قطب، ابدال، شیخ الحدیث، مفتی، عالم، مفسر، قاری، ریاضی دان، محقق، سائنسدان وغیرہ شامل ہوں اور ان تمام لوگوں کے علوم، فہم، فراست، تقویٰ، للّٰہیت، خشوع، خضوع، تفقہ کو جمع کیا جائے تو وہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کے صحابی رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ وحی عطا کیا گیا، یہ براہِ راست اللہ پاک کی طرف سے عطا ہوا اور وہ انہوں نے براہِ راست صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک کا مفہوم سکھلایا۔ خلاصہ یہ کہ مصنوعی ذہانت قطعی طور پر قرآن پاک کا صحیح مفہوم نہیں بیان کرسکتی، لہٰذا ہم میں سے ہر ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآنِ پاک کی اُسی تفسیر اور مفہوم کو قبول کرے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے۔ نیز ہمیں چاہیے کہ ہم مصنوعی ذہانت کے سافٹ ویئر کو دینی علوم بالخصوص قرآنِ پاک کی تفسیر وترجمہ کے لیے ہرگز ہرگز استعمال نہ کریں۔

حواشی وحوالہ جات

1- This AI Pioneer Thinks AI is Dumber Than a Cat, Wall Street Journal. Link: https://www.wsj.com/tech/ai/yann-lecun-ai-meta-aa59e2f5?st=Hgy9o

2 - This AI Pioneer Thinks AI is Dumber Than a Cat, Wall Street Journal.Link:https://www.wsj.com/tech/ai/yann-lecun-ai-meta-aa 59e2f5?st=Hgy9o

سحر خیزی کی برکات اور فضیلتِ نمازِ فجر

مولانا ڈاکٹر امجد حسین

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات میں نیند کو شامل کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ہم نے نیند کو تمہارے لیے باعثِ آرام بنایا ہے۔'' ایسے ہی دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے، تاکہ رات کو آرام کرو اور دن میں اس کا فضل (روزی) تلاش کرو، تاکہ تم شکر گزار بنو۔''

چنانچہ رات آرام کے لیے اور دن کام کاج کے لیے بنایا ہے۔ رات کو دن سے پہلے ذکر کیا، کیونکہ دن کے تمام معاملات کی بحسن وخوبی انجام دہی کا دار و مدار رات کے صحیح آرام پر موقوف ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشاء سے پہلے سونے اور نماز کے بعد فضول گوئی کو ناپسند فرماتے تھے۔ (بخاری) کیونکہ جو جلد سوئے گا وہی جلد بیدار ہوگا۔

سحر خیزی باعثِ برکت ورحمت ہے۔ مشہور کہاوت ہے:

''جلدی سونا اور جلدی اُٹھنا آپ کو صحت مند، دولت مند اور عقل مند بناتا ہے۔''

یہ وہ بابرکت وقت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی۔ ارشاد ہے: ''اور صبح کی قسم جب سانس لے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے اس میں برکت کی خصوصی دعا مانگی:

''اے اللہ! میری اُمت کی صبح کو بابرکت بنادیجیے۔'' (سنن ترمذی)

چنانچہ یہ دعائے برکت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین سے اپنی اُمت کے لیے مانگی ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ سبھی انسان یہ جانتے اور محسوس کرتے ہیں کہ صبح کا وقت اپنی برکات وثمرات میں دن کے

تمام اوقات سے منفرد اور افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت وقت میں اہلِ ایمان کے اعمال وصفات کو ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

''وہ راتوں کو کم ہی سوتے ہیں، پھر وہ رات کے پچھلے پہروں میں اپنے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں۔'' (الذاریات)

جیسا کہ بندہ مومن اس وقت میں بیدار ہوتا ہے، ایسے ہی اس وقت کائنات کی ہر چیز میں نئی زندگی آتی ہے، سوئے ہوئے لوگ بیدار ہوتے ہیں، کلیاں چٹکتی ہیں، غنچے کھلتے ہیں، پھول مہکتے ہیں، پرندے جاگتے ہیں۔ سب اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں۔ دوسری جگہ مومنین کی صفات کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، عبادت کرنے والے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے اور سحر کے وقت میں معافی مانگنے والے۔'' (آل عمران)

ان دونوں آیات کے مفہوم میں وقت سحر اپنے گناہوں کی معافی مانگنا بندۂ مومن کی صفت قرار دی گئی ہے، جیسا کہ اس وقت میں بیداری برکات کا سبب ہے، اسی طرح اس وقت سونا باعثِ محرومی ہے۔ ایک روایت کا مفہوم ہے:

''صبح کا سونا عمر کی برکت کو ختم کردیتا ہے۔''

اسی لیے یحییٰ بن کثیر لکھتے ہیں:

''صبح کا وقت غنیمت اور انعام کی تقسیم کا وقت ہے۔ یہ بہت بابرکت وقت ہے، اس وقت میں سونا سخت محرومی ونامرادی اور برکات سے محرومی کا سبب ہے۔ جو چاہے اس وقت جاگ کر غنیمت وانعام وبرکات اور روزی ورضا کو حاصل کرلے اور جو چاہے اس قیمتی وقت کو سونے میں گزار کر خیر کثیر سے محروم ہوجائے۔''

نیز رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہمارا رب ہر رات جب آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو آسمانِ دنیا پر اُترتا ہے اور فرماتا ہے: کون! مجھ سے دعا کرتا ہے، میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ کون! مجھ سے کچھ مانگتا ہے کہ میں اس کو دوں؟ کون! مجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہے کہ میں اس کے گناہ معاف کروں؟۔'' (صحیح بخاری)

سحر خیزی کی ایک نعمت نمازِ تہجد ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فرض نمازوں کے بعد افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔'' (صحیح مسلم)

حقوق العباد اور نمازِ تہجد کا اجر آپ ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

’’اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔‘‘ (سنن ترمذی)

اس بابرکت وقت کا ہر لمحہ نعمتوں کا ایک جہاں سموئے ہوئے ہے۔ سحر خیزی کا ایک انعام نمازِ فجر ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔‘‘

نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ کی ضمانت میں ہے، اس لیے اے آدم کے بیٹے! اس بات کو دھیان میں رکھ کہ کہیں اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنی امان کی بابت کسی قسم کی باز پرس نہ کرے۔‘‘ (صحیح مسلم)

اس میں دن بھر کی آفات وبلیات سے حفاظت کے ساتھ اُلجھے معاملات کو سنوارنے کے لیے غیبی مدد ونصرت اور حصولِ برکات وثواب کی جانب بھی اشارہ ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر ادا کرنے والے کے لیے جنت کی بشارت ارشاد فرمائی ہے، یعنی:

’’جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (فجر وعصر) ادا کیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘ (صحیح بخاری)

دوسری حدیث میں جہنم سے آزادی کا وعدہ کیا گیا:

’’جس نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے قبل نماز پڑھی یعنی فجر اور عصر، وہ ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا۔‘‘ (صحیح مسلم)

ایک حدیث میں نمازِ فجر کی ادائیگی پہ پوری رات کی عبادت کا ثواب بیان فرمایا ہے:

’’جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات عبادت میں گزار دی اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اُس نے پوری رات عبادت میں گزاری۔‘‘ (صحیح مسلم)

حتیٰ کہ یہی وہ نماز ہے جس کی اذان میں سحر خیزی کا پیغام اور اعلان ہے اور مؤذن پکارتا ہے: ’’نماز نیند سے بہتر ہے۔‘‘ جو نیند سے بیدار ہو کر برکات کو سمیٹنے کی دعوت ہے۔ ان برکات کی عظمت کی عکاسی کے لیے حدیثِ مبارکہ کے یہ الفاظ کافی ہیں:

’’اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء اور فجر کی نماز کا ثواب کیا ہے تو لوگ اس ثواب کو حاصل کرنے کے لیے مسجدوں میں پہنچ جائیں، چاہے گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے۔‘‘ (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں سحر خیزی پہ نمازِ فجر ادا کرنے والے کو دیدارِ رب کریم کی نوید سنائی ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

’’ہم چاند کی چودھویں رات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ’’تم اپنے رب کریم کو بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھو گے جس طرح تم چاند کو دیکھتے ہو، اگر تم ایسا کر سکو تو ضرور ایسا کرو کہ طلوعِ آفتاب سے قبل اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نماز سے عاجز و مغلوب ہو کر نہ رہ جاؤ، (یعنی فجر اور عصر کی نماز کا ہر صورت اہتمام کرو)۔‘‘ (بخاری)

نیز سحر خیزی کی برکات کی حامل یہی وہ نماز ہے جس کی سنتوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے افضل قرار دیا ہے۔ ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

’’مجھے فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔‘‘ (صحیح مسلم)

دوسری روایت میں ہے:

’’فجر کی دو رکعتیں پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔‘‘ (صحیح مسلم)

یہ تمام برکات و انعامات یقیناً سحر خیزی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو دیگر نمازوں میں سے کسی نماز کی اتنی برکات وفضائل احادیث میں مذکور نہیں جس قدر نمازِ فجر کی فضیلت اور اس کی برکات مذکور ہیں، گویا کہ یہ تمام برکات و انوارات سحر خیزی سے وابستہ ہیں۔ اگر ان برکات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بوقت صبح کے اوراد واشغال اور مسنون اذکار و دعاؤں اور ان کے فضائل و برکات کو ذکر کیا جائے تو سحر خیزی سے وابستہ انوارات کا اندازہ کر لیجیے۔ مختصراً سحر خیزی کی بدولت اس بابرکت وقت کا ثانی دن بھر کی کوئی گھڑی نہیں۔ دوسری جانب ہم اپنے مسلمان معاشرے میں پھیلتی بے راہ روی پہ نظر کریں تو ہم ہر گزرتے دن کے ساتھ ان برکات سے محرومی کی جانب بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ رات کو بے خوابی اور دیر تک بلکہ صبح صادق تک جاگنے کی عادت شہری زندگی کا جزوِ لازم بنتی دکھائی دیتی ہے اور ہم ہر لمحہ فطری زندگی سے دور جاتے نظر آتے ہیں۔ خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں دن کی روشنی میں کام کاج اور کاروباری مصروفیت کا سرانجام دینا، اور رات کے اوقات کو محض راحت و آرام میں صرف کرنا توانائی کے ذرائع میں بے پناہ بچت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ چونکہ دین اسلام کی تعلیمات عین فطرت کا تقاضا ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سحر خیزی کے ساتھ تمام دنیاوی واُخروی برکات کو منسلک کیا ہے، لہٰذا سحر خیزی نہ صرف جسمانی، طبّی اور نفسیاتی اعتبار سے مفید ہے، بلکہ انعاماتِ اُخروی کے حصول کا بھی مؤثر ذریعہ ہے، اس لیے ہمیں اپنے معاشرے میں شب بیداری اور رات کو بے خوابی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی مؤثر پیرائے میں روک تھام کرنی چاہیے، تاکہ مسلم معاشرے میں فطری زندگی کا رنگ پروان چڑھے اور ہماری آئندہ نسلیں دین وفطرت کے خلاف بے راہ روی و بے اعتدالی کا شکار نہ ہوں اور برکاتِ سحر سے بھرپور مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ اعمالِ نبوی پر کاربند رہ سکیں۔

.....❁.....❁.....❁.....

عربی زبان وادب کے اصولِ تدریس وضوابط

مولانا ارشاد احمد سالارزئی
استاذِ جامعہ

تأثرات، گزارشات (پانچویں اور آخری قسط)

''مقاماتِ حریری'' کی ادبی حیثیت، اہمیت اور طریقۂ تدریس

''مقاماتِ حریری'' کو عربی ادب میں ایک بلند مقام حاصل ہے، دینی وادبی حلقوں میں اسے بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ''مقاماتِ حریری'' علامہ حریریؒ کی تصانیف میں سب سے اہم تصنیف شمار کی جاتی ہے، اسی کی بدولت انھیں عالم اسلام میں شہرت ملی۔ ''مقاماتِ حریری'' کی اصل کتاب پچاس مقامات پر مشتمل ہے، جسے علامہ حریریؒ نے ۴۹۵ھ میں لکھنا شروع کیا اور غالباً ۵۰۴ھ میں مکمل کیا۔

''مقامات'' کی تالیف کے حوالے سے علامہ حریریؒ خود لکھتے ہیں:

> ''ایک ایسی ہستی نے مجھے اشارہ کیا جس کا اشارہ حکم کا درجہ رکھتا ہے، اور جس کی اطاعت میں فائدہ ہے، اس بات کی طرف کہ میں ایسی مقامات تصنیف کروں جس میں علامہ بدیع الزمانؒ کی پیروی کروں۔... جب مجھے انکار کی اجازت نہ ملی اور مجھے اس کام سے معاف نہ کیا گیا تو میں نے فرماں بردار بندے کی طرح اس دعوت کو قبول کیا، اور اس کام میں اپنی بھرپور کوشش صرف کردی۔''(۱)

اس عبارت میں علامہ حریریؒ یہ بتارہے ہیں کہ ''مقامات'' لکھنے کا مشورہ انہیں ایک حکومتی شخصیت نے دیا تھا۔ بہرحال! علامہ حریریؒ اپنی ''مقامات'' کے ذریعے اس فن کے کمال کی بلندی تک پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی ''مقامات'' کے لیے ایک مرکزی کردار ادا کرنے والی شخصیت ''ابوزید سروجی''، اور ایک راوی: ''حارث بن ہمام بصری'' کا انتخاب کیا۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ علامہ حریریؒ نے یہ دو نام فرضی طور پر وضع کیے ہیں، حقیقت میں ان کا وجود نہیں تھا، جیسا کہ بدیع الزمان نے اپنی مقامات کے لیے دو نام فرض کیے تھے:

عیسیٰ بن ہشام، ابوالفتح اسکندری۔ تاہم بعض علماء کا خیال ہے کہ ابوزید سروجی حقیقت میں ایک شخص تھا۔

عربی ادب میں ’’مقاماتِ حریری‘‘ کا مقام ومرتبہ

’’مقامات‘‘ ہر زمانے میں مقبول اور متداول رہی، اہلِ علم کے درمیان اسے بڑی مقبولیت حاصل رہی، بے شمار اُدباء وعلماء کے اقوال سے اس کتاب کی قدر ومنزلت عیاں ہوتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر یہاں بطورِ تائید چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے ’’مقامات‘‘ کا ادبی مقام معلوم کیا جا سکتا ہے:

❶- چنانچہ ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون میں ’’مقامات‘‘ کی اہمیت بتانے کے لیے علامہ زمخشری کے اشعار نقل کیے ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے: ’’میں قسم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کی نشانیوں کی، مشعرِ حج کی کہ حریری اس بات کے زیادہ مستحق ہے کہ ہم ان کے ’’مقامات‘‘ کو سونے سے لکھیں، وہ مقامے ایسے بے مثال ہیں کہ تمام مخلوق کو عاجز کر دیتے ہیں، اگر چہ وہ حریری کے چراغ کی روشنی میں چلے۔‘‘ (۲)

❷- ابن خلکانؒ نے لکھا ہے: ’’حریری اپنے دور کے بڑے علما میں سے تھے، اور انہیں مقامات لکھنے میں کامل درجہ کی مقبولیت ملی۔ ان کے مقامات میں عربی زبان کے کئی رنگ، لغات، ضرب الامثال، اور کلام کی پوشیدہ باریکیاں شامل ہیں۔ جو شخص ان مقامات کو گہری سمجھ بوجھ کے ساتھ سمجھ لے وہ حریری کے علم، وسیع مطالعے اور ادبی دولت کا قائل ہو جائے گا اور اس سے استدلال کرے گا۔‘‘ (۳)

❸- قاضی عیاضؒ کہتے ہیں: ’’جب حریری کی کتاب ’’مقامات‘‘ ہمارے شہر پہنچی، جب کہ میں نے اسے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو میں اس رات اس وقت تک نہیں سویا جب تک کہ میں نے پوری کتاب ختم نہ کر لی۔‘‘ (۴)

مقاماتِ حریری اور مقاماتِ ہمذانی کا تقابل وترجیح

بدیع الزمان ہمذانی کی مقامات اور حریری کی مقامات میں تقابلی جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مقاماتِ ہمذانی حریری کے لیے پیش رو ہے، مگر اس کے باوجود مقاماتِ حریری کو ہمذانی کی مقامات پر فوقیت حاصل ہے، حریری کی مقامات کی شہرت مقاماتِ ہمذانی کی بنسبت اتنی بڑھی کہ اب مقامات کا لفظ ’’مقاماتِ حریری‘‘ ہی کی پہچان بن گئی، اور لفظ ’’المقامات‘‘ سے عام طور پر یہی مراد لی جانے لگی۔ علامہ حریریؒ نے موضوعات اور سجع (قافیہ بندی) میں مقاماتِ ہمذانی کی پیروی کی ہے، اس کے علاوہ حریری کی کئی منفرد خصوصیات ہیں جن میں حریری یگانۂ روزگار ہیں۔

یہاں ’’مقاماتِ حریری‘‘ کی چند خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں:

①- زبان وبیان کی وسعت: حریری کو ہمذانی پر فوقیت اس بات میں حاصل ہوئی کہ اس کا زبان وبیان کا ذخیرہ بہت وسیع ہے۔

②-موضوعات کی وسعت: وعظ، معمے، اور بالخصوص ''کُدیہ'' (فقر وگداگری) اس کے اہم اور کثرت سے بیان کیے گئے موضوعات ہیں۔

③- الفاظ کے استعمال پر قدرت: حریري کو الفاظ کے چناؤ اور اس کے استعمال پر غیر معمولی مہارت حاصل تھی، جو ان کی کتاب میں نمایاں ہے۔

④-علمی اشارات کی وسعت: مقامات میں علمی نکات، اشارات اور مسائل بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔

⑤-مختلف موقعوں پر عربی ادب کے ضرب الامثال کی کثرت اور ان کا استعمال۔

⑥-حریری کے مقامات' ہمذانی کی نسبت زیادہ پُرمغز، جامع اور فنی طور پر مکمل ہیں، جب کہ ہمذانی کے بعض مقامات تو دس سطروں سے بھی کم ہوتے ہیں اور سننے والے کو کم لطف دیتے ہیں۔

⑦-علامہ حریری نے ایسے تخلیقی اسالیب استعمال کیے جو ہمذانی کے ہاں ناپید ہیں، جیسے: پہیلیاں، معمے، قابلِ قلب عبارتیں (جو آگے پیچھے پڑھنے پر بھی معنی رکھتی ہیں)، مہمل ومعجم حروف کا فنی استعمال، جیسے: المقامة المغربية میں۔

انہی خصوصیات و امتیازی پہلوؤں کی وجہ سے ''مقاماتِ حریری'' ایک طویل عرصہ سے عرب وعجم کے ہاں علمِ ادب کے نصاب کا لازمی حصہ رہا ہے اور اب تک ہے۔

''مقاماتِ حریری'' کی شروح وحواشی

مقاماتِ حریری کی ہر دور میں مختلف زبانوں میں شروح وحواشی وتراجم لکھے جا چکے ہیں، چنانچہ حاجی خلیفہ نے چالیس سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے، یہاں ان میں سے اختصار کے ساتھ مشہور شروح کا ذکر کیا جاتا ہے:

❶- شرح المقامات للشريشي: ان میں سب سے بہترین شرح ابوالعباس احمد بن عبدالمؤمن القیسی الشریشی (متوفی: ۶۱۹ھ) کی مانی جاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ علامہ شریشی نے مقامات کی تین قسم کی شروح لکھی ہیں: ۱-مختصر۔ ۲-متوسط۔ ۳-کبیر۔ اس نے کسی شرح میں موجود کسی فائدے کو نہیں چھوڑا جسے نکالا نہ ہو، اور کوئی نایاب بات ایسی نہیں چھوڑی جسے شامل نہ کیا ہو، یوں یہ شرح ایسی بن گئی ہے کہ اس سے پہلے کی ہر شرح سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اس کتاب کے کسی لفظ کی وضاحت کے لیے کسی اور شرح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس میں اس نے فنجدیہی کی شرح سے بھی بہت سا مواد لیا ہے، جیسا کہ اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کبیر متداول ہے، ہمارے ہاں مقامی مکتبوں میں ملتی ہے، اکثر اساتذہ اسی پر زیادہ اعتماد رکھتے ہیں۔

❷-شرح المقامات لابن الساعي البغدادي: یہ سب سے ضخیم شرح ہے جو کہ شیخ تاج

الدین علی بن انجب بن الساعی البغدادی (متوفی: ۶۷۴ھ) کی ہے، جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے، ہمارے ہاں بظاہر نایاب ہے۔

❸-شرح المقامات لتلميذ الحريري: یہ شرح علامہ حریری کے شاگرد نے لکھی اور انہوں نے اپنے استاذ علامہ حریری کو پڑھ کر سنائی تھی۔

❹-النُّکَت المفحِمَات في شرح المقامات لأبي سعيد شُمَيم الحِلي: یہ سب سے قدیم شرح ہے جوکہ علامہ مہذب الدین ابوالحسن علی بن الحسن بن عنتر بن ثابت الخلوتی (متوفی: ۶۰۱ھ) کی ہے۔ شمیم الحلی نے اس کتاب میں امام حریریؒ کے مقامات کے مشکل اور غیر معمولی الفاظ کی وضاحت کی ہے، اور قرآن کریم، احادیث نبویہ اور عربوں کے اقوال سے حوالہ دیا ہے۔ یہ شرح کئی بار چھپی ہے، تاہم حال ہی میں قاہرہ کے دار المنہاج سے الدکتور محمد عائش کی تحقیق وتصحیح کے ساتھ چھپی ہے۔

❺-شرح المقامات لمحمد بن أبي القاسم بن عبد الله الجبائي، السكسكي (المتوفی: ۷۱۶ھ) انہوں نے اس کی عمدہ شرح لکھی، انہوں نے اس شرح میں لکھا ہے کہ انہیں شیخ محمد بن ابی نوح کا مقامات والا نسخہ ملا جس میں ان کی سماعت ثابت ہے، اور اس کی شرح لکھی، اس کے ساتھ علامہ حریری کے دو رسالوں ''رسالہ سینیہ'' اور ''رسالہ شینیہ'' کی شرح بھی لکھی۔

❻-الإيضاح لمقامات الحريري شرح مقامات الحريري: یہ علامہ برہان الدین ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی (متوفی: ۶۱۰ھ) کی شرح ہے، جوکہ الاستاذ محمد عثمان کی تحقیق وکاوش سے مکتبة الثقافة الدرسية سے چھپی ہے۔

❼-مغاني المقامات في معاني المقامات: یہ شرح شیخ امام اُبوسعید محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن مسعود مسعودي فنجديهي (المتوفی: ۵۸۴ھ) نے دو جلدوں میں لکھی ہے۔

❽-شرح الألفاظ اللغوية من المقامات الحريرية: یہ شرح ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین العُکبَری (متوفی: ۶۱۶ھ/ ۱۲۱۹ء) کی ہے، جوکہ دکتور ناصر حسین علی کی تحقیق سے دار سعدالدین سے چھپی ہے۔ (۵)

❾-التعليقات العربية بالمقامات الحريرية: یہ عربی زبان میں ہندوستان کے مشہور ومعروف علمی شخصیت حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ (متوفی: ۲۸ جولائی، ۱۹۷۴) کا حاشیہ ہے، جس میں انہوں نے مقاماتِ حریری کی لغات کو بڑے عمدہ انداز سے حل کیا ہے، اس حاشیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت کاندھلویؒ نے لغات کے حل کے لیے قرآن وحدیث سے استشہاد کیا ہے جو اس حاشیہ کا امتیازی وصف شمار کیا جاتا ہے۔

مقامات کی اردو شروح

اردو زبان میں بھی مقاماتِ حریری کی بڑی خدمت کی گئی ہے، چونکہ مقاماتِ حریری کی عربی لغت اور اس کا ترجمہ سمجھنا اور یاد رکھنا ایک بارِ گراں سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر جب کہ ہمتیں ماند پڑ گئی ہیں، اسی وجہ سے پاکستان وہندوستان کے مختلف علماء نے اس کی شرح لکھی؛ تاکہ طلبہ کے لیے آسانی ہو، تاہم بسااوقات اردو شرح پر کلی انحصار بجائے آسانی کے نقصان کا سبب بھی بن سکتا ہے، اسی لیے عمومی طور پر اساتذہ اپنے طلبہ کو اردو شروح استعمال کرنے سے روکتے ہیں، اور اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، بہرحال یہاں اختصار کے ساتھ چند اردو شروح کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے:

①- الکمالات الوحیدیۃ: یہ شرح حقیقت میں دارالعلوم دیوبند کے مشہور ومعروف ادیب حضرت مولانا وحید الزمان کیرانوی صاحبؒ کے افادات ہیں، جسے ان کے شاگرد مولانا جمشید احمد قاسمی صاحب نے مرتب کیا ہے۔

②- الإفاضات: یہ مقامات کی قدیم اردو شرح ہے جو مولانا افتخار علی صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند نے لکھی ہے۔

③- الإفاضات: کے نام سے ایک اور اردو شرح ہے، جسے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے صاحب زادے حضرت مولانا حافظ محمد میاں صدیقی کاندھلویؒ نے مرتب کیا ہے۔

④- المرآۃ لکشف معاني المقامات: یہ شرح دارالعلوم دیوبند کے استاذِ حدیث شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کے درسی افادات ہیں، جسے مولانا ابو الامداد میاں حکمت شاہ صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند) نے مرتب کیا ہے۔

⑤- تفہیمات المعروف ''الکنوز الإعزازیۃ'': یہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کی اپنی شرح ہے، جو کہ مولانا محمد علی اور مولانا محمد حامد صاحب کی تصحیح واضافہ کے ساتھ چھپی ہے۔

⑥- الإفادات لتسهيل المقامات الحريرية: مولانا ظہور الدین احمد عیش انصاری سنبھلی۔

⑦- درسِ مقامات: یہ شرح جامعہ فاروقیہ کراچی کے قدیم استاذ مولانا ابن الحسن عباسیؒ کی ہے، جو کہ جدید اردو قالب میں انتہائی عمدہ مقدمے کے ساتھ تالیف کردہ شرح ہے، طلبہ اور علماء میں انتہائی مشہور ومعروف ہے۔ مولانا عباسی مرحوم نے اس میں لغات کی تحقیقات اور ضرب الامثال کے تفصیلی پس منظر اور اشعار کا مطلب خیز ترجمہ وترکیب انتہائی آسان اور عمدہ انداز میں بیان کیے ہیں۔

⑧- توضیح المقامات: شیخ الادب حضرت مولانا عبدالودود بونیری حفظہ اللہ۔ یہ بھی مقامات کی شروح میں ایک عمدہ اضافہ ہے جو ایک عظیم اور گمنام ادیب شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبدالودود حفظہ اللہ کی شرح ہے، جس کی طباعت اور تصحیح کے مراحل ان کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا فضل غفور صاحب

نے سرانجام دیے، اور زمزم پبلشرز کراچی نے اس کی طباعت کی ہے۔

⑨-تشریحات: مولانا محمد نور حسین قاسمی۔ یہ عصرِ حاضر کے ادیب اور ماہرِ لغت مولانا حسین قاسمی کی تصنیف کردہ شرح ہے، جس میں انہوں بڑی عرق ریزی کے ساتھ مقامات کو حل کیا ہے، چنانچہ انہوں نے لغات، محاورات اور ضرب الامثال پر خوب محنت کی، ان کا ترجمہ انتہائی آسان اور دلنشین ہے، ماضی قریب میں مکتبہ دارالاشاعت کراچی سے چھپی ہے۔

اس کے علاوہ مقامات کی بے شمار شروح سامنے آرہی ہیں جن کے تذکرہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

''مقاماتِ حریری'' کا تعلیمی ہدف اور طریقۂ تدریس

عربی نصابِ تعلیم میں ''مقاماتِ حریری'' پڑھانے کا مقصد اس کی مخصوص مقفّٰی عبارات سکھانا نہیں ہے؛ کیوں کہ کلام میں مقفّٰی عبارات کا استعمال فی زمانہ متروک ہو چکا ہے، بلکہ اس کے پڑھانے کی غرض یہ ہے کہ اس سے پڑھنے والے کو الفاظ کا ذخیرہ، ادبی عبارات وتعبیرات کا استعمال آجائے، چنانچہ اس میں مختلف مواقع پر ضرب الامثال، اشعار، حکم اور ادبی تعبیرات و چٹکلے استعمال کیے گیے ہیں، جس سے طالب علم کو خاطر خواہ ادبی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ مقاماتِ حریری عربی ادب کی ایک عظیم شاہکار اور ذخیرۂ الفاظ کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ اس کے طریقۂ تدریس پر روشنی ڈالی جائے، تاکہ اس سے مطلوبہ فوائد کا حصول ممکن ہو، چنانچہ یہاں چند گزارشات لکھی جاتی ہیں:

❶-کتاب کی ابتدا میں علم ادب، مقامات اور صاحبِ مقامات کا مختصر تعارف کرایا جائے، ابوزید سروجی اور حارث ابن ہمام کا تعارف بھی کرایا جائے، اور اس کی وضاحت کردی جائے کہ یہ فرضی نام ہیں، ہر مقامات میں اس طرح کے فرضی نام قصصی انداز اپنانے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔

❷-اسلوبِ مقامات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کی وضاحت کردی جائے کہ دورِ حاضر میں نثری کلام میں مقفّٰی عبارات کا استعمال نہیں پایا جاتا، البتہ مقامات کی عربی لغت نثر و انشاء کی صلاحیت بڑھانے میں بڑی حد تک مفید ہے۔

❸-ہر مقامہ کے شروع میں اس کا خلاصہ بیان کرلیا جائے، تاکہ اندازِ بیان اور حکایت سمجھنے میں اُلجھن نہ ہو۔

❹-مقامات کی عبارات کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کرانے کا التزام کیا جائے۔

❺-کلمات کی لغوی تحقیق کے دوران حرکات ضبط کرنے کا اہتمام ہو، اس کے ساتھ کلمات کے قرآنی استعمالات یا احادیث اور کلامِ عرب کے استعمالات کا تذکرہ کیا جائے۔

❻-حروف کی صورت میں افعال کے مختلف صلات کی پہچان کروائی جائے، کتاب میں جو لفظ جس صلہ کے ساتھ مستعمل ہے، وہ سمجھا دیا جائے اور اس کے ساتھ اسی فعل کا کوئی مشہور استعمال کسی خاص

صلہ کے ساتھ ہوا ہو تو وہ بھی بتا دیا جائے۔ کثرتِ صلات اور مختلف معانی نہ بتائے جائیں، تاکہ طلبہ پر کتاب کے علاوہ اضافی بوجھ نہ پڑے۔

❼-کلمات کو روزمرہ کے جملوں میں استعمال کروانے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ طلبہ کی انشاء کی صلاحیت اور ادبی ذخیرہ میں اضافہ ہوتا رہے، طلبہ کو عربی جملے بولنے کا عادی بنانے کے لیے ہر سبق کے آخر میں اسی سبق کی حکایت کے بارے میں طلبہ سے عربی زبان میں سوالات کرے، اور طلبہ سے عربی میں جواب کا مطالبہ کرے۔

❽-کتاب میں مذکورہ استعارات، تشبیہات، محاورات اور ضرب الامثال کی خوب وضاحت کر لی جائے، بالخصوص ضرب الامثال کے پس منظر اور مواقعِ استعمال بھی خوب بتا دیے جائیں، بہتر یہ ہے کہ کتاب میں جہاں جہاں ضرب الامثال کا استعمال ہوا ہے، انہیں طلبہ سے ایک کاپی میں لکھوایا جائے، تاکہ اُسے ضبط کرنے میں آسانی ہو۔

❾-طلبہ کو معاجم استعمال کرنے کا پابند بنائیں، تاکہ وہ صرف اردو شروح پر بھروسہ نہ کریں، بلکہ استاذ محترم روزانہ کے اعتبار سے نئے مفردات کا معنی اور جمع، اور جمع کا مفرد طلبہ کے ذریعے معاجم سے نکلوائیں۔

❿-معاجم اور قوامیس کا استعمال بتاتے وقت خاص دھیان رہے کہ مقاماتِ حریری کا ہر لفظ معجم میں نہیں ملتا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علامہ حریریؒ نے جان بوجھ کر یہ طرز اختیار کیا ہے، تاکہ اس سے طلبہ کو اشتقاق کے ذریعے اصل مادہ کا معنی معلوم ہو، اور علم الصرف کی خاصیاتِ ابواب کو اس میں بڑا دخل ہے کہ خاصیات کو سمجھ کر اس کے مطلوبہ معانی ومفاہیم اخذ کیے جائیں۔

⓫-ہر مقامے کے اختتام پر ایک دن توقف کر کے طلبہ سے مقامہ کی تحریری تلخیص عربی زبان میں لکھوائی جائے اور پھر ہر طالب علم سے سنی جائے، اور اس کی تصحیح کا اہتمام بھی کیا جائے۔

⓬-استاذ اپنے ذوق کے مطابق ہر مقامہ میں اہم ادبی عبارات وتعبیرات کا انتخاب کر کے اس طرز کے نئے جملے بنانے کی مشق کرائے، محض عبارات کے ترجمہ پر اکتفانہ کیا جائے، تاکہ طلبہ میں ادبی ذوق پروان چڑھے۔

حوالہ جات

١-مقدمة مقامات: ١٤-١٣
٢- كشف الظنون: ١٧٨٧/ ٢، مكتبه جعفری تبریزی طهران
٣- وفيات الأعيان: حرف القاف، الحريري صاحب المقامات، ج:٣، ص:٤٩٢.
٤- التعريف بالقاضي عياض: ١٠٩.
٥- كشف الظنون، ج:١٧٨٧/ ٢ تا١٧٩١، بترميم وتصرف.

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے تربیت یافتہ اور ان کے علمی، تصنیفی و تالیفی کاموں میں معاون، اجل خلیفہ مجاز اور عزیز داماد، جامعہ مظاہر علوم وقف کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ، سنن ابی داؤد کی مشہور شرح ''الدر المنضود'' کے مؤلف، حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ر شوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۸ر اپریل ۲۰۲۵ء بروز پیر انتقال کر گئے، إنّا للہ و إنّا إلیه راجعون، إنّ للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکلّ شيء عندہٗ بأجل مسمّی !

آپؒ، مولانا حکیم محمد ایوبؒ کے گھر ۹ر شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں حفظِ قرآن کریم مکمل ہوا۔ از ابتداء تا دورہ حدیث شریف اور دیگر فنون کی تعلیم جامعہ مظاہر علوم میں حاصل کی، ۱۹۶۱ء میں فاتحۂ فراغ پڑھا اور ایک سال میں فنون کی تکمیل کی۔ بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خانؒ سے، ابوداؤد شریف مولانا اسعد اللہؒ سے، ترمذی و نسائی مولانا امیر احمد کاندھلویؒ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ سے بھی چند کتابیں پڑھیں۔ مظاہرِ علوم کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ آپؒ کے رفیقِ درس تھے۔

قوتِ مطالعہ، ذہانت و فطانت اور بلند پایہ علمی استعداد کی وجہ سے طلبہ ابتدا ہی سے آپؒ سے متأثر تھے، چنانچہ جس زمانہ میں آپؒ مظاہر علوم میں پڑھ رہے تھے تو طلبہ آپ سے کتابوں میں علمی مراجعت کیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۱ء میں آپؒ مظاہر علوم میں بلا معاوضہ معین مدرس مقرر کیے گئے، ایک سال بعد باقاعدہ

استاذ بنائے گئے اور شرح تہذیب اور نور الانوار آپ کے زیرِ درس رہیں ۔ ۱۹۶۷ء میں آپؒ کو مظاہرِعلوم کا استاذِ حدیث مقرر کیا گیا، اسی سال ابوداؤد شریف آپؒ نے پڑھانا شروع کی جو تقریباً پچاس سال تک آپؒ کے زیرِ درس رہی۔ ۱۹۷۱ء میں مجلس شوریٰ نے آپؒ کو مظاہرِعلوم کا صدر مدرس منتخب کیا، اس عہدۂ جلیلہ پر آپؒ پچاس سال سے زائد عرصہ فائز رہے، البتہ ضعفِ جسمانی کی وجہ سے دو سال پہلے اس عہدہ سے سبکدوشی اختیار فرمائی۔

اصلاح وارشاد کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے تھا اور حضرتؒ ہی سے اجازتِ بیعت بھی حاصل تھی۔ تصنیف وتالیف کے ذوق کی بنا پر حضرت شیخ الحدیثؒ کے تصنیفی کاموں میں معاون رہے، چنانچہ حضرتؒ نے مضامین ومباحث کا تتبع اور تلاش کی ذمہ داری آپؒ کی لگا رکھی تھی، اُس زمانہ میں حضرت شیخؒ کی تالیفات ’’لامع الدراري‘ جلد دوم، فضائلِ درود شریف، جزء حجة الوداع و عمرات النبي اور الأبواب والتراجم‘‘ کی تصنیف وتالیف میں حضرت کے ساتھ مل کر مضامین کا اِملا وغیرہ کراتے تھے۔

آپؒ نے عربی زبان میں ’’تعریف وجیز عن جامعة مظاهر علوم ‘‘ نامی کتابچہ تصنیف فرمایا۔ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درسِ مسلم کے افادات جو حضرت شیخؒ کے پاس جمع تھے، حضرت شیخؒ کی خواہش کے مطابق ان پر آپؒ نے حواشی لگائے اور ۶۴۴ صفحات پر مشتمل شائع کرایا۔ مقدمہ الکوکب الدري، الفیض السمائي، الدر المنضود، ملفوظات حضرت شیخ، مختصر فضائلِ درود شریف وغیرہ تصنیفات آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپؒ کا نکاح حضرت شیخ الحدیثؒ کی صاحبزادی سے ہوا، جن سے آپؒ کے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔ سالِ رواں شعبان المعظم میں حسبِ معمول بخاری شریف ومسلسلات کے اسباق کی تکمیل فرمائی، پھر نقاہت وکمزوری زیادہ ہوگئی تو بغرضِ علاج حیدرآباد چلے گئے، کچھ افاقہ ہوا تو سہارنپور تشریف لائے، حسبِ سہولت مدرسہ بھی تشریف لاتے رہے اور ماہ مبارک میں حسبِ معمول آخری عشرہ کے اعتکاف کی سرپرستی بھی فرمائی۔ ماہ شوال میں نقاہت اور جسمانی کمزوری زیادہ ہوگئی تو متعلقین کے مشورہ سے انہیں شہر میرٹھ کے ایک نجی ہسپتال میں بغرضِ علاج داخل کرایا گیا، جہاں ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں علاج جاری رہا، انتقال سے ایک روز قبل ڈاکٹروں کے مشورہ سے ان کو سہارنپور گھر واپس لایا گیا اور اگلے روز دوپہر پونے بارہ بجے آسمانِ علمِ حدیث کا یہ روشن ستارہ اُفق سے غائب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کو غریقِ رحمت فرمائے، اور آپؒ کے متعلقین، مسترشدین اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین!

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قابلِ قدر خدمات

مولانا خورشید عالم داؤد قاسمی
زامبیا، افریقہ

خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ وہ ایک عرصے سے بیمار تھے، ان کی بیماری سے متعلق تواتر سے خبریں سوشل میڈیا سے موصول ہو رہی تھیں۔ دنیا بھر میں پھیلے محبین و متعلقین ان کی صحت یابی کے لیے دعا کر رہے تھے۔ انھوں نے ہسپتال میں ۴؍مئی ۲۰۲۵ء کی دوپہر کو آخری سانس لی۔ ان کی وفات سے ہم نے حقیقی معنی میں ایک عہد ساز شخصیت کھو دی ہے، ان کے کارنامے تاریخ میں مستقل ایک باب کے طور پر رقم کیے جائیں گے۔ آپ نے ایک روایتی مولوی ہو کر نہ صرف ہزاروں مدارس و مکاتب اور مساجد قائم کیے؛ بلکہ آپ نے درجنوں اسکولز، کالجز وغیرہ بھی قائم کیے۔ لوگ انھیں ہند و بیرون ہند میں مکاتب، مدارس، مساجد، اسکولز، کالجز اور ہسپتال کے معمار کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ بہت سے لوگ حیران ہیں کہ ایک روایتی مدرسہ کے تعلیم یافتہ شخص کا دماغ مدرسہ کے ساتھ ساتھ اسکولز، متعدد شعبہ جات کے کالجز کے بارے میں کیسے سوچا، پھر منصوبہ کیسے بنایا، خاکہ کیسے تیار کیا، پھر اس خاکے کو وجود کیسے بخشا؟ پھر عملی طور پر منصوبے کے مطابق، قوم کے بچے وہاں سے استفادہ بھی کرنے لگے، پھر وہ مختلف میدانوں میں قوم و ملت کی خدمت بھی کرنے لگے۔ جب بھی مولانا وستانویؒ کا ذکر ہوگا؛ تو لوگ صرف انھیں ایک روایتی مولوی کے طور پر یاد نہیں کریں گے؛ بلکہ ان کی متعدد خدمات کی وجہ سے انھیں ایک تعلیمی مفکر، سماجی رہنما اور انقلابی شخص کے طور پر یاد کریں گے۔

قوم کے عظیم محسن

مولانا وستانویؒ ایک مخلص انسان تھے، ان میں دینی حمیت تھی، انھیں قوم کی فکر تھی، انھیں قوم کے بچوں کے مستقبل کی فکر رہتی تھی۔ قوم کی ضرورت کے مطابق، وہ سوچتے تھے اور پھر اس سوچ کو زمین پر اُتارنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ قوم کے بچوں کو علم کی روشنی چاہیے، پھر انھوں نے مختلف علوم وفنون کے درجنوں

ایسے ادارے قائم کیے، جن کی روشنی دور دور تک پھیلنے لگی۔ انھوں نے اللہ کی مدد اور توفیق سے جو کارنامے انجام دیے، وہ بہت سے ادارے اور تنظیمیں بھی انجام دینے سے قاصر ہیں۔ دینی اور عصری علوم کے شعبے میں انھوں نے ایک انقلاب پیدا کیا۔ ان کے جانے سے جو خلاء پیدا ہوا ہے، وہ دہائیوں میں بھی پر ہوتا نظر نہیں آ رہا ہے۔

مولانا وستانوی صاحبؒ کی خدمات کا آغاز

حضرت وستانوی صاحبؒ نے مہاراشٹر کے ایک دور دراز دیہات اکل کوا کی سرزمین پر ایک مکتب کا آغاز سن ۱۹۷۹ء میں ایک مسجد سے کیا؛ جب کہ وہ دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ، گجرات میں ایک مدرس تھے۔ اس وقت اس مکتب میں صرف چھ طلبہ اور ایک معلم تھے۔ اکل کوا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جو بنیادی سہولتوں سے بھی محروم تھا، پھر وہ چھوٹا سا مکتب حقیقی معنی میں ''جامعہ'' ہوگیا اور وہ ''جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم'' سے دنیا میں معروف ہوا، وہاں ہزاروں کی تعداد میں قوم کے بچے تعلیم حاصل کرنے کے لیے جوق در جوق پہنچنے لگے۔ پھر اکل کوا جو ایک دیہات تھا، وہ علوم وفنون کے ایک بڑے شہر میں تبدیل ہوگیا اور دنیا کے متعدد ممالک میں جانا جانے لگا۔ مولانا وستانویؒ اس مکتب کو جامعہ اشاعت العلوم میں تبدیل کرکے آرام سے نہیں بیٹھے؛ بلکہ وہ حالات کا مشاہدہ کرتے رہے اور ملت کی ضروریات کے بارے میں غور وفکر کرتے رہے، ان کے غور وفکر کے نتیجے میں جامعہ اشاعت العلوم ایک فکر اور ایک تحریک بن گیا۔

جامعہ اکل کوا کی کامیاب پیش رفت

جامعہ اکل کوا حضرت مولانا وستانویؒ کی تعلیمی بصیرت اور ہمہ گیر سوچ کا شاہکار ادارہ ہے۔ یہ ایک ایسا منفرد تعلیمی مرکز ہے جو دینی وعصری تعلیم کو یکجا کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ انھوں نے جامعہ کے تحت دینیات، درجہ حفظ، درسِ نظامی، اسلامیات میں تخصصات کے متعدد شعبوں سے لے کر پرائمری سے بارہویں جماعت تک کے اردو اور انگلش میڈیم اسکولز بھی قائم کیے۔ مزید برآں عصری علوم وفنون کے درجنوں کالجز قائم کیے جو کامیابی سے چل رہے ہیں۔ مولانا وستانویؒ نے عام روایت سے ہٹ کر ایک مدرسہ کے احاطہ میں اسلامی ماحول میں سن ۱۹۹۳ء میں آئی ٹی آئی کا شعبہ قائم کیا، پھر انھوں نے جامعہ کے کیمپس سے متصل متعدد کالجز قائم کیے اور متعدد کورسز متعارف کرائے، جیسے: بی یو ایم ایس میڈیکل کالج، انجینئرنگ کالج (ڈپلوما اِن انجینئرنگ اور بیچلر اِن انجینئرنگ)، فارمیسی کالج (ڈی فارمیسی، بی فارمیسی اور ایم فارمیسی، پی ایچ ڈی اِن فارمیسی)، ایم بی بی ایس میڈیکل کالج اور نرسنگ (جی این ایم)، ایل ایل بی، اردو اور مراٹھی زبانوں میں ڈی ایڈ اور بی ایڈ کورسز۔ انھوں نے آفس آٹومیشن، سافٹ ویئر ڈویلپمنٹ وغیرہ جیسے پیشہ ورانہ شعبے بھی جامعہ کے احاطے میں قائم کیے۔ ان مذکورہ بالا اداروں کے علاوہ آپ نے ہزاروں مکاتب، مدارس

اور مساجد ملک کے متعدد علاقوں میں قائم کیے جو آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ یہ ادارے مولانا کے خواب کا عملی روپ ہیں، آج یہ ادارے ہزاروں طلبہ وطالبات کی علمی، فکری اور اخلاقی تربیت کے مراکز بن چکے ہیں، جو پورے ملک سے طلبہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ وہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ کیمپس، معیاری ہاسٹل، لائبریریاں وغیرہ دستیاب ہیں۔ وہ سکون واطمینان سے ان اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سیکڑوں طلبہ ان اداروں سے استفادہ کرکے، قوم وملت کی خدمات میں مشغول ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ سارے ادارے اسلامی ماحول میں قائم کیے گئے اور طلبہ کو اسلامی ماحول فراہم کیا گیا۔ ان اداروں اور کالجوں کی حقیقی ماں جامعہ اشاعت العلوم ہے، یہ تمام ادارے جامعہ اشاعت العلوم کی آغوش میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ فی الحال برِصغیر ہندو پاک میں کمیت، رقبے اور شعبہ جات کے اعتبار سے کوئی ادارہ جامعہ اکل کوا سے بڑا ہوگا۔

''مسابقة القرآن الكريم'' کی ایک انوکھی اور مفید روایت

یہ دور تقابلی اور تنافسی دور ہے، جن میں تقابل اور تنافس کا شوق ہوتا ہے، وہ جلدی ترقی کرتے ہیں۔ ایسے بھی اچھی چیزوں میں تنافس کی ترغیب قرآن کریم میں بھی آئی ہے۔ خادم القرآن حضرت مولانا وستانوی صاحبؒ نے جامعہ اکل کوا کے زیرِ انتظام، کل ہند پیمانے پر ''مسابقة القرآن الكريم'' کی ایک انوکھی اور مفید روایت شروع کی۔ ہندوستان بھر کے مدارس سے طلبہ ایک بڑی تعداد میں اس مسابقہ میں شرکت کے لیے پہنچتے ہیں۔ مسابقہ میں شرکت کے لیے جانے سے قبل طلبہ اپنے اپنے مدارس میں، اپنے اساتذہ کرام اور ساتھیوں کی موجودگی میں، مہینہ دو مہینے پہلے سے اس کی مشق کرتے ہیں۔ اس مسابقہ کی وجہ سے طلبہ میں ایک بیداری پیدا ہوئی ہے۔ وہ حفظ کے طلبہ جو مسابقہ میں شرکت کے لیے جاتے، وہ خاص طور پر اور جو نہ جاتے وہ عام طور پر اس بات کی کوشش کرتے کہ وہ قرآن کریم اچھی طرح سے یاد کریں، وہ قرآن کریم تجوید کی پوری رعایت کے ساتھ پڑھیں۔ وہ طلبہ جو اس مسابقہ میں شرکت کے لیے جاتے اور اوّل، دوم یا سوم پوزیشن سے کامیابی حاصل کرتے، وہ مختلف قسم کی اشیاء اور نقد رقم کی شکل میں بڑے انعامات سے نوازے جاتے۔ جن دنوں میں جامعہ اکل کوا میں مسابقہ ہوتا ہے، ان دنوں کا جامعہ کا منظر مزید خوشنما اور دیدنی ہوتا ہے۔ جب راقم الحروف انکلیشور گجرات میں تھا، اس موقع سے ایک بار جامعہ اکل کوا میں مسابقہ کی تاریخ پڑی، راقم اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اکل کوا پہنچا، مسابقہ کا منظر دیکھ کر بڑی خوشی اور مسرت ہوئی۔

ایک متواضع شخصیت

اتنی عظیم شخصیت اور ایسے عظیم کارنامے انجام دینے کے باوجود، وہ بڑے متواضع، سادہ مزاج اور دردمند دل رکھتے تھے، وہ بڑے چھوٹے اور خواندہ وناخواندہ کا اکرام کرتے تھے۔ وہ سب سے بڑی محبت

کرتے تھے، لوگوں سے بہت جلدی مانوس ہوجاتے تھے۔ جب کسی سے ملتے تو بڑی محبت سے بات کرتے تھے۔ جب ہم مرکز اسلامی ایجوکیشن اینڈ ریسرچ سینٹر، انکلیشور گجرات میں تھے تو ان کے بیانات سننے، قریب سے دیکھنے اور بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ ایک بار کچھ مہمانوں کی معیت میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب ماکروڈؒ، ڈائریکٹر: مرکز اسلامی ایجوکیشن اینڈ ریسرچ سینٹر، انکلیشور کی قیادت میں جامعہ اکل کوا جانے کا شرف حاصل ہوا، جہاں مولانا وستانوی صاحبؒ کی زیارت اور ان سے ملاقات کی سعادت میسر آئی۔ مولانا نے انگریزی شعبے سے متعلق متعدد سوالات کیے اور ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق جوابات دیے۔

زامبیا میں ختم بخاری شریف کے جلسے میں شرکت

سن ۲۰۱۷ میں مولانا وستانوی صاحبؒ نے زامبیا کے شمالی صوبے کا سفر کیا۔ آپ ۱۰؍فروری ۲۰۱۷ء کی شام کو پہنچے اور ۱۳؍فروری ۲۰۱۷ء کی صبح کو یہاں سے واپسی ہوئی۔ وہ ختم بخاری شریف کے جلسے میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، انھوں نے طلبہ کو بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دے کر بخاری شریف کی تکمیل کرائی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان کو ریسیو بھی کرنے گیا اور رخصت بھی کرنے گیا؛ بلکہ روانگی کے وقت بندہ اسی کار میں تھا جس میں حضرت تھے، حضرت سے پورے راستے مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ جب آپؒ زامبیا تشریف لائے، اس وقت مولانا محمد ابراہیم صاحب قاسمی شولاپوری یہیں مقیم تھے، مولانا شولاپوری جامعہ اکل کوا میں کئی سال شعبہ عالمیت میں زیرِ تعلیم رہ چکے ہیں، مولانا وستانویؒ مولانا محمد ابراہیم صاحب سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب کی معیت میں' ہمیں مولانا وستانویؒ کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان کی خدمت کا موقع ملا، بندہ نے ان کے اس سفر کی روداد قلم بند کی تھی، وہ روداد جامعہ اکل کوا سے شائع ہونے والے اردو رسالے ''شاہراہِ علم'' مارچ ۲۰۱۷ کے شمارے میں چھپی بھی تھی۔ ان کا وہ سفر ہم لوگوں کے لیے بڑا مفید رہا، وہ ہم سے بڑی محبت کرنے لگے، ہم جب بھی ان کے روم میں جاتے تو بہت خوش ہوتے اور بڑی محبت کا اظہار کرتے۔

مولانا وستانویؒ ایک عظیم انسان اور تجربہ کار شخص تھے، انھوں نے ہمیں بڑے مفید مشورے دیے۔ انھوں نے ہم سے فرمایا کہ طلبہ کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں! انھوں نے اپنے بارے میں فرمایا کہ وہ ہر روز مغرب کے بعد شعبہ دینیات کے دار الاقامہ میں جاکر بیٹھتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے ان کے سامنے کھیلتے رہتے ہیں، ان بچوں کو ان سے کوئی ڈر نہیں لگتا؛ بلکہ ان کو معلوم ہے کہ حضرت انھیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو اُن سے ملنا ہو، چاہے وہ ان کے کسی کالج کے ہی طلبہ کیوں نہ ہوں، ان کو دینیات میں آنا ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: انسان کو خوشامدی طبیعت نہیں ہونا چاہیے، جامعہ (اکل کوا) میں اتنے اساتذہ ہیں؛ لیکن میں کسی کو نہیں کہتا کہ وہ میرے سامنے حاضری دیتے رہیں! میں تو چاہتا ہوں کہ بس کام ہوتا رہے۔ حضرت نے

فرمایا: ’’کام کروانا‘‘ ایک بڑی صفت ہے، انسان کو اپنے اندر کام کروانے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔ حضرت نے دارالعلوم دیوبند کے اہتمام سے متعلق فرمایا کہ: کچھ لوگ ہم سے پوچھتے تھے کہ کیا آپ کورٹ جائیں گے؟ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ دارالعلوم دیوبند کے خلاف میں کبھی کورٹ نہیں جاسکتا۔

خالص دینی جذبے سے کام کرنے والی شخصیت

مولانا وستانوی صاحبؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انھوں نے جو بھی کام کیا، وہ خالص دینی جذبے کے ساتھ کیا، انھوں نے جس کام کو قوم وملت کے لیے ضروری سمجھا اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کر دیا۔ انھوں نے یہ کام کسی دنیوی ادارے، تنظیموں یا حکومت سے کسی طرح کی مراعات حاصل کرنے یا ایوارڈ پانے کے لیے نہیں کیا۔ اس حوالے سے مجھے یاد آرہا ہے کہ جب میں نے ان سے جناب ظہیر قاضی صاحب، صدر: انجمن اسلام، ممبئی کے اس جملے کا ذکر کیا کہ: ’’آپ کو اگر ایجوکیشن کی فیلڈ میں کام کرنے کا نوبل ایوارڈ بھی دیا جائے تو کم ہے۔‘‘ اس پر مولانا نے فرمایا: بیٹے! اپنے کو اس ایواڑد سے کیا لینا، اپنے کو صرف جنت مل جائے، یہی اپنی خواہش ہے۔

مولانا کا مختصر سوانحی خاکہ

مولانا غلام محمد وستانوی صاحبؒ یکم جون ۱۹۵۰ء کو صوبہ گجرات کے ضلع سورت کے ایک گاؤں ’’کوساڑی‘‘ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جناب اسماعیل ابراہیم رندیرا صاحبؒ تھے۔ سن ۱۹۵۲ء میں ان کا خاندان، کوساڑی سے ’’وستان‘‘ منتقل ہوگیا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مدرسہ قوت الاسلام کوساڑی میں حاصل کی، پھر مدرسہ شمس العلوم برودہ میں تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے سن ۱۹۶۴ء میں دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات میں داخلہ لیا۔ اس ادارے میں انھوں نے مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپوردیؒ کی نگرانی میں آٹھ سال تک تعلیم حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔ مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے انھوں نے سن ۱۹۷۲ء میں ہندوستان کی قدیم دینی درس گاہ جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور میں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لیا اور سن ۱۹۷۳ء میں وہاں سے فارغ ہوئے۔ حضرت وستانویؒ نے فلاح دارین میں بخاری شریف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحبؒ سے پڑھی، جب کہ مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ سے پڑھی۔ ان کی انتظامی صلاحیت کے اعتراف میں، مہاراشٹر کے ایک ادارہ نے انھیں ایم بی اے کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔

تدریسی خدمات

جامعہ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپؒ نے ضلع سورت کے قصبہ بوڈھن میں تقریباً دس دن تدریسی خدمات انجام دیں، پھر آپ کی تقرری دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ (گجرات) میں ہوئی، جہاں آپ شعبۂ عالمیت میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، وہاں آپ کے زیرِ تدریس فارسی اور متوسطات کی متعدد اہم کتابیں رہیں۔ آپ نے سن ۱۹۸۳ تک کنتھاریہ میں بحیثیت مدرس اپنی ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے نبھائیں، اس کے بعد آپ نے خود کو جامعہ اشاعت العلوم، اکل کوا کی تعمیر وترقی کے لیے مکمل طور پر وقف کردیا۔

اہلِ خانہ اور اولاد

حضرت مولانا وستانویؒ کا تعلق ایک دیندار خانوادے سے تھا۔ ان کے اہلِ خانہ، خاص طور پر ان کے بڑے بھائی حافظ اسحاق صاحبؒ ہمیشہ ان کے مشن میں شانہ بشانہ رہے۔ حضرت مولانا کی زندگی کی شب و روز جدوجہد کے پس پردہ ان کے اہلِ خانہ کی قربانیاں اور دعائیں ہمیشہ شامل رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا وستانویؒ کی اولاد کو نیک، صالح اور تعلیم یافتہ بنایا۔ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا سعید صاحب وستانویؒ تقریباً دو سال قبل وفات پاگئے۔ ان کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی ہیں، جو دینی وعصری علوم کے حامل ایک باوقار علمی اور انتظامی شخصیت ہیں۔ وہ حضرت کی حیات میں ہی جامعہ کا انتظام وانصرام بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد اراکینِ جامعہ نے مولانا حذیفہ صاحب کو ''رئیس الجامعۃ'' منتخب کیا ہے۔ ان کی صلاحیت وصالحیت سے پوری امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ اپنے والد صاحبؒ کے مشن کو احسن انداز میں آگے بڑھائیں گے۔ ان کے تیسرے بیٹے مولانا اویس وستانوی صاحب ہیں، انھیں اراکینِ جامعہ نے ''نائب رئیس الجامعۃ'' منتخب کیا ہے۔ اُمید ہے کہ ان شاء اللہ مولانا اویس صاحب اپنے برادرِ اکبر کا دست وبازو بن کر ادارے کو آگے لے جانے میں ممد ومعاون ثابت ہوں گے۔

مولانا وستانویؒ کی تدفین

حضرت مولانا وستانویؒ کی نمازِ جنازہ مولانا حذیفہ صاحب وستانوی کی امامت میں جامعہ اکل کوا کے وسیع وعریض احاطے میں اسی رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے ادا کی گئی اور تدفین مکرانی گاؤں کے قبرستان میں ہوئی۔ آج لاکھوں دل ان کے لیے دعائیں کررہے ہیں اور ان کی بے مثال خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کررہے ہیں۔ ہم بارگاہِ ایزدی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائیں، ان کے درجات بلند فرمائیں، ان کے قائم کردہ تعلیمی اداروں کو ہمیشہ قائم ودائم رکھیں اور ان کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں، آمین!

عذر کی بنا پر صرف عاشورا کا روزہ رکھنا

ادارہ

سوال

کیا حکم ہے اگر کوئی شخص ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ نہ رکھ سکے نوکری یا کسی عذر کی بنا پر، آیا صرف ۱۰ محرم کا رکھنا درست ہے؟

جواب

محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے، رمضان کے علاوہ باقی گیارہ مہینوں کے روزوں میں محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، اور اس ایک روزے کی وجہ سے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہِ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، بلا عذر صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ابتداءً مکی دور میں اور پھر مدنی دور کے آغاز سے ہی عاشوراء کا روزہ رکھا، اور ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عمل میں اہلِ کتاب کی مخالفت نہیں کرتے تھے، بلکہ ابتداءِ اسلام میں بہت سے اعمال میں تالیفِ قلوب کے لیے نرمی کی گئی، مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس مقرر کیا گیا، وغیرہ۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اسلام کے حکم کے مطابق عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ان سے دریافت فرمایا، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ کیسا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ یہود نے کہا: یہ بڑا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو

نجات دی تھی، اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا، اس کے شکر میں موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا، ہم بھی اسی لیے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم موسیٰ علیہ السلام کے طریقے کی پیروی اور اتباع کے زیادہ حق دار اور ان سے قریب ہیں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی عاشوراء کے روزے کا حکم دیا۔ (بخاری ومسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت اور اتباع کا ذکر فرمایا، نہ کہ یہود کی موافقت کا، یعنی ہم یہ روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں رکھیں گے اور ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے طریقے کی پیروی کے زیادہ حق دار ہیں۔ بعد میں جب یہود کی مکاریوں اور ضد وعناد کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا تو اس وقت لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزے کے حوالے سے بھی دریافت کیا، چناں چہ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے دِن روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصاریٰ اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھ کر ہم اِس دن کی تعظیم کرنے میں یہود ونصاریٰ کی موافقت کرنے لگتے ہیں جب کہ ہمارے اور اُن کے دین میں بڑا فرق ہے)!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آئندہ سال اِن شاء اللہ ہم نویں تاریخ کو (بھی) روزہ رکھیں گے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آئندہ سال محرم سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ (صحیح مسلم، ج:۲،ص:۷۹۷)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ''تم نویں اَور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو اَور یہود کی مخالفت کرو۔'' (سنن الترمذی، ج:۳،ص:۱۲۰)

لہٰذا ماہِ محرم کی دسویں تاریخ یعنی عاشوراء کے روزہ کا سنت (مستحب) ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور قول سے ثابت ہے، اور تشبہ سے بچنے کے لیے نویں تاریخ کے روزے کا قصد بھی ثابت ہے۔

تاہم اگر کسی بنا پر دو روزے نہ رکھ سکے تو کم سے کم دسویں تاریخ کا ایک روزہ رکھنے کی کوشش کرلے، اس روزہ کا ثواب ملے گا، بلکہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: عاشوراء کے روزہ کی تین شکلیں ہیں:

۱-نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں کا روزہ رکھا جائے۔

۲-نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں کا روزہ رکھا جائے۔

۳-صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے، اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے، اسی کو فقہاء نے کراہتِ تنزیہی سے تعبیر کردیا

ہے، ورنہ جس روزہ کو آپ ﷺ نے رکھا ہو اور آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کی صرف تمنا کی ہو، اس کو کیسے مکروہ کہا جاسکتا ہے؟

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر:144201200448 — دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

محرم کے مہینے میں نیازِ حسینؓ یا بطور ہدیہ حلیم وغیرہ کا کھانا

سوال

محرم کے مہینے میں نیازِ حسینؓ کھانا یا اگر بطور ہدیہ حلیم وغیرہ آجائے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب

''نیازِ حسینؓ'' کے نام سے محرم کے مہینے میں جو کچھ بانٹا جاتا ہے، اس کا کھانا حرام ہے؛ کیوں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام پر ہو، اس کا کھانا حرام ہے۔

اسی طرح ان دنوں جو حلیم تقسیم کی جاتی ہے، اگر اس کے بارے میں یقین ہو کہ یہ غیر اللہ کی نیاز ہے تو اس کا کھانا قطعی طور پر جائز نہیں ہوگا، اور اگر ان دنوں میں کوئی ایصالِ ثواب کے طور پر تقسیم کرتا ہے تو بھی اس کے کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے؛ کیوں کہ آج کے دور میں محرم کے ابتدائے عشرہ میں ''حلیم''، ''شربت'' وغیرہ بنانے کا التزام اہلِ باطل کا شعار بن چکا ہے، اس لیے اہلِ باطل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ان دنوں میں اس طرح کی مخصوص اشیاء کے ساتھ ایصالِ ثواب کرنا بھی جائز نہیں، اور اس کا کھانا بھی جائز نہیں، مکروہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' (البقرۃ:۱۷۳)

اس آیت کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یہاں ایک چوتھی صورت اور ہے جس کا تعلق حیوانات کے علاوہ دوسری چیزوں سے ہے، مثلاً مٹھائی، کھانا، وغیرہ جن کو غیر اللہ کے نام پر نذر (منت) کے طور سے ہندو لوگ بتوں پر اور جاہل مسلمان بزرگوں کے مزارات پر چڑھاتے ہیں، حضرات فقہاء نے اس کو بھی اشتراکِ علت یعنی تقرب الیٰ غیر اللہ کی وجہ سے ''مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کے حکم میں قرار دے کر حرام کہا ہے، اوراس کے کھانے پینے دوسروں کو کھلانے اور بیچنے خریدنے سب کو حرام کہا ہے۔'' (معارف القرآن، سورۃ البقرۃ (۱/ ۴۲۴)، ط: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر:144212202125 — دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....